مواعظِ اختر نمبر ۸۳

عید الفطر

عید الاضحیٰ

عیدین

اور حیاتِ تقویٰ کا حصول

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

اس کتاب میں شامل بیانات کی تاریخیں

۵/ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۸/مئی ۱۹۹۳ء بروز جمعہ

یکم/شوال المکرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۱/فروری ۱۹۹۶ء بروز بدھ

۴/ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۹۹۶ء بروز پیر

۸/ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۶/اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ

۲۷/ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷/مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ

یکم/شوال المکرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۹/جنوری ۲۰۰۰ء بروز اتوار

۱۰/ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷/مارچ ۲۰۰۰ء بروز جمعہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: عیدین اور حیاتِ تقویٰ کا حصول

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: مختلف مواقع پر کئے گئے عید اور بقر عید کے بیانات کا مجموعہ

مقام: مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

موضوع: عیدین کی اصل روح خونِ تمنائے حرام ہے

مرتب: حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اوّل: ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق اگست ۲۰۱۹ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات — صفحہ نمبر

حصہ اول متعلق عید الاضحیٰ

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟......................................۷
صاحبِ استطاعت کو قربانی نہ کرنا سخت محرومی کی بات ہے.....................۹
ہمیں مرتے دَم تک آدابِ بندگی بجالانے ہیں..۱۰
بندگی کی دو قسم کی ادائیں..۱۰
سچے اللہ والوں کی پہچان..۱۱
اللہ تعالیٰ کے راستے کا غم اٹھانے والوں پر فضلِ باری..........................۱۲
گناہوں کے حرام ہونے میں بھی رحمت پوشیدہ ہے.................................۱۴
بعض سالکین کی راہِ مولیٰ میں مجاہدہ کرنے میں پست ہمتی......................۱۵
فربہ جانور کی قربانی افضل ہے..۱۶
نفسِ سرکش کی قربانی سے نور زیادہ پیدا ہونے کی مثال...........................۱۷
گناہ نہ کرنے کے غم سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے.................................۱۸
کون سی برادری بہتر ہے؟..۲۰
دو ادائے بندگی پر دنیاوی زندگی میں پہلا انعام....................................۲۰
تعلق مع اللہ کی لذت چاہیے تو اہل اللہ کے پاس رہو...............................۲۲
گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا بھی اللہ کا دوست ہے............................۲۲
سلبِ توبہ کا ایک عبرت انگیز واقعہ..۲۳
دو ادائے بندگی پر دنیاوی زندگی میں دوسرا انعام.................................۲۴
اہلِ سائنس کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چیلنج...............................۲۵

جس دل میں اللہ آتا ہے مع تمام لذات کے آتا ہے.................. ۲۶
کثرتِ تقاضائے گناہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے.................. ۲۷
اہلِ کفر و اہلِ فسق کی زندگی حیات کہلانے کے قابل نہیں.................. ۲۸
دو ادائے بندگی پر آخرت کا انعام.................. ۳۰
جنت میں دیدارِ الٰہی کے وقت اہلِ جنت کی کیفیت.................. ۳۰
ایامِ عید میں قربانی کرنا بھی بندگی کی ایک ادا ہے.................. ۳۱
ذبیحۂ جانور اور ذبیحۂ نفس کا ربط.................. ۳۲
نفلی حج اور نفلی قربانی کرنے والوں کے لئے اہم مشورہ.................. ۳۴
تکبیراتِ تشریق کی اہم تعلیم.................. ۳۵
نارِ نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت.................. ۳۷
مشیتِ الٰہی کے بغیر ابو طالب کو بھی ایمان نصیب نہ ہوا.................. ۳۸
حجت تام ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت.................. ۴۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اہلیہ اور بیٹے کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنا.................. ۴۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اور اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ.................. ۴۲
اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھری کے نیچے پیتل کا ٹکڑا آجانا.................. ۴۴
واقعۂ قربانی پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار.................. ۴۶
حج کے تمام مناسک وحیٔ الٰہی سے مقرر شدہ ہیں.................. ۴۷
قربانی کا جانور خوش دلی کے ساتھ خریدنا چاہیے.................. ۴۹
چند اہم مسائلِ قربانی.................. ۵۰
قربانی کی کھال غیر مستند اداروں کو دینا کیوں منع ہے؟.................. ۵۴
ایک گمراہ عقیدہ کہ قربانی نہ کرو، نقد رقم غریبوں کو دے دو.................. ۵۸
اہلِ باطل کی گمراہی کی اصل وجہ اہل اللہ سے دوری ہے.................. ۵۹

ایامِ قربانی میں سب سے افضل عمل جانور کا خون بہانا ہے.................. ۵۹
فربہ جانور کی قربانی سے تگڑے نفس کی مثال.................. ۶۰
خونِ تمنائے حرام کو آسان کرنے کا نسخہ صحبتِ اہل اللہ ہے.................. ۶۱
نفس کی قربانی ہر شخص پر پورا سال فرض ہے.................. ۶۲

حصہ دوم متعلق عید الفطر

ایامِ غم کو ایامِ عید بنانے کا نسخہ.................. ۶۴
اللہ تعالیٰ غلاموں کے سر پر تاجِ ولایت رکھنا چاہتے ہیں.................. ۶۵
اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد گناہوں سے بچنا ہے.................. ۶۶
تقویٰ کا حصول اہلِ تقویٰ کی صحبت پر منحصر ہے.................. ۶۷
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ فعلِ مضارع سے نازل کرنے کی حکمت.................. ۶۸
رمضان ختم ہونے پر غم منانا بدعت ہے.................. ۶۸
عید الفطر حقیقت میں روزے کی قید ختم ہونے کا شکریہ ہے.................. ۶۹
شکر کی حقیقت مالک کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کرنا ہے.................. ۷۰
ٹوٹے ہوئے دلوں پر فضلِ باری تعالیٰ شانہ.................. ۷۱
فرسٹ فلور کے دھوکہ سے گراؤنڈ فلور کی پستیاں.................. ۷۱
مقناطیس سے حسنِ مجازی کی کشش کی مثال.................. ۷۴
جس دن عشقِ مجازی سے توبہ کرلو گے عشقِ حقیقی پا جاؤ گے.................. ۷۵
حسینوں سے غصہ میں بات کرنے میں نفس کی آمیزش.................. ۷۶
عید الفطر کے موقع کی تین سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.................. ۷۷
عید کا مصافحہ اور معانقہ.................. ۷۸
عید کی نماز سے قبل نفل جائز نہیں.................. ۷۸
حجِ اکبر کی حقیقت.................. ۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اول متعلق عید الاضحیٰ

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۶۵)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب جامع الدعاء، ص ۲۱۹)

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟

آج خطبہ میں اس آیت کے اختیار کرنے کا تقاضا پیدا ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے، ایمان لانے کے معنی جو لوگ اللہ کے عاشق ہو گئے، اللہ کی عظمتوں کو پہچان لیا، اور پہچان کی علامت کیا ہے؟ اگر کوئی جنگل کئی سو کلومیٹر کا ہو، اور وہاں شیر اور بندر اور لومڑیاں سب کھلے پھرتے ہوں، چڑیا گھر کی طرح پنجرے میں نہ ہوں، تو اگر اس نے شیر کو پہچان لیا ہے تو پھر وہ شیر ہی سے ڈرے گا، بندر اور لومڑی سے نہیں ڈرے گا، لہٰذا اللہ کو پہچاننے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ سارے عالم سے نہیں ڈرے گا۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

پھر اپنا نفس بھی نظر نہ آنا چاہیے، یہاں محض برادری مراد نہیں ہے، صرف خاندان مراد نہیں ہے، صرف اہلِ شہر، اہلِ صوبہ اور اہلِ ملک مراد نہیں ہیں، بین الاقوامی اقدار اور بین الاقوامی قوانین مراد نہیں ہیں، یہاں مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے نہ بیوی سے ڈریں، نہ برادری سے ڈریں، نہ شہر والوں سے ڈریں، نہ صوبہ سے نہ ملک سے نہ انٹرنیشنل خوفوں سے، بین الاقوامی خوف بھی نہ ہو، اور اس میں اپنا نفس بھی شامل ہے کہ اگر نفس کی ڈیمانڈ ہم پوری نہیں کریں گے تو یہ سانڈ کی طرح چلّاتا رہے گا۔ اللہ کا عاشق اس نفس کو چلّانے دیتا ہے اور کہتا ہے ؎

نہیں نا خوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے

جس نے اپنے دل کی بات مان لی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تو اس نے اپنے دل کی قیمت اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قیمت سے زیادہ لگائی ہوئی ہے۔ سوچو! کتنا غدار اور کمینہ، خبیث الطبع اور بے وفا ہے یہ شخص جو دل کی بات مانتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑتا رہتا ہے۔ کیا یہ اللہ کی وفاداری کا اقرار اور اعلان کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ (سورۃ النور: آیۃ ۳۰) (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ ایمان والوں سے فرما دیں کہ اپنی نظروں کو نیچی کریں) اور یہ نظر نیچی نہیں کرتا، یہ اپنے دل کو نہیں توڑتا اور اللہ کے قانون کو توڑ دیتا ہے، فیصلہ کر لو کہ یہ کیسا شخص ہے؟ یہ کیسا بندہ ہے؟ گندہ ہے یا نہیں؟ بے وفا ہے یا نہیں؟ بے قیمت ہے یا نہیں؟ اس کی حیات لعنتی حیات ہے یا نہیں؟ ہم اللہ کے بندے ہیں، وہ ہمارا آقا اور مالک، پیدا کرنے والا ہے، اس نے ہمیں اپنی اطاعت اور اپنی بندگی اور آدابِ بندگی دو قسم کی سکھائی ہے، اور جو اللہ کا بندہ ایمان لانے کے بعد دونوں قسم کی بندگی بجالائے گا، اس آدابِ بندگی کی برکت سے

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت، ہر لمحۂ حیات عطائے خواجگی ہوگی، یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس پر رحمتوں کی بارش ہوگی۔

صاحبِ استطاعت کو قربانی نہ کرنا سخت محرومی کی بات ہے

وہ بندگی کی ادائیں دو قسم کی ہیں۔ نمبر ایک کہ جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالائے جیسا کہ قربانی آنے والی ہے۔ اس وقت قربانی کا حکم ہے کہ جانور ذبح کیا جائے، جس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا اسی پر قربانی بھی واجب ہے، اور صدقۂ فطر کیا ہے؟ ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا اس کی قیمت ہو۔ سونے کی بات تو چھوڑیئے، سونا تو آج کل خوب سونا بنا رہا ہے۔ اب آپ خود کسی سنار کی دکان سے معلوم کرلو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی آج کل کیا قیمت ہے؟ (کسی سنار نے قیمت بتائی تو فرمایا) اس زمانے میں غریب سے غریب کے پاس بھی اتنا روپیہ جمع ہوتا ہے چاہے وہ چپڑاسی اور چوکیدار ہی کیوں نہ ہو لیکن ہمت نہیں ہے۔ ایمان اور یقین نہ بننے سے اور بزرگوں کی صحبت میں نہ جانے سے ہمارا ایمان اتنا کمزور ہے کہ رقم موجود ہوتی ہے مگر قربانی نہیں کرتے، گائے میں بھی حصہ نہیں لیتے۔ ہاں، جہاں قربانی ہو رہی ہو وہاں ضرور کھڑے ہو جائیں گے۔ پوچھا جائے کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو کہتے ہیں جھونپڑی والے ہیں، دوسروں کی قربانی سے گوشت لے کر پکاتے ہیں اور خود پر قربانی واجب ہے وہ ادا نہیں کرتے۔ ایسے شخص کے لئے دوسروں کے جانور کا گوشت لے لینا اور خود قربانی نہ کرنا بہت سخت محرومی کی بات ہے۔ مسئلہ بھی نہیں پوچھتے کہ کہیں قربانی واجب نہ ہوجائے، بہت سے لوگ مارے ڈر کے مولوی سے ملتے بھی نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ مولانا لوگوں سے مت ملنا نہیں تو وہ مسئلہ بتا دیں گے۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ النحل: آیۃ ۴۳)

اہلِ علم سے مسائل کو پوچھ لو۔ اکثر میں نے جھونپڑی والوں سے پوچھا کہ تمہارے پاس بینک میں کتنا پیسہ جمع ہے؟ انہوں نے کہا صاحب! دس ہزار روپیہ جمع ہے۔ پوچھا قربانی کرتے ہو؟ کہا نہیں، قربانی کیسے کریں؟ ہم غریب لوگ ہیں، وہ دس ہزار جو ہے وہ کسی اور ضروری کام کے لئے رکھا ہے۔ اسی لئے برکت اُٹھ رہی ہے، لڑکیاں ہیں تو ان کو رشتے نہیں مل رہے ہیں، لڑکے ہیں تو ان کو لائق بہو نہیں ملتی، ہماری نافرمانیوں کا سب عذاب ہے۔ ہر طرف سے پورے عالَم پر ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی لعنتیں برس رہی ہیں۔

ہمیں مرتے دَم تک آدابِ بندگی بجالانے ہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادائے بندگی کی دو قسموں کے ساتھ ہمیں پابند کر دیا، اور یہ پابندی ایک دن کی نہیں ہے، مرتے دم تک ہے ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

لیکن میعاد ہے، وہ کیا ہے؟ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورۃ الحجر: آیۃ ۹۹) موت تک پابند رہو بس، روح نکلی پابندی ختم۔ جس دن روح نکل جائے گی آپ کو چھٹی مل جائے گی، پھر کسی قسم کے احکام، کسی قسم کے گناہ سے بچنا فرض نہیں ہے، جب تک ہمارے جسم میں روح ہے تب تک ہم پابندِ شریعت ہیں۔

بندگی کی دو قسم کی ادائیں

اب دو قسم کی ادائے بندگی کیا ہے؟ جس وقت جس زمانے میں جو حکم ہو،

اس حکم کو بجالاؤ اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس سے رُک جاؤ، وہاں اپنے جذبات اور طبیعت کو مت دیکھو، اپنی طبعی خواہش کو مت دیکھو۔ اس وقت اپنی خواہش کو دیکھنے والا مومنِ کامل نہیں ہے، الٰہ باطل کا غلام ہے۔ نفس کی خواہش الٰہ باطل ہے اور یہ شخص کبھی اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت سے آشنا نہیں ہوسکتا۔ اس کی ساری زندگی خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی لعنتوں میں گذرے گی، ایک دن موت بھی آجائے گی، پھر کیا یہ ظالم موت کے بعد متقی بنے گا؟ کیا موت کے بعد تقویٰ معتبر ہے؟

سچے اللہ والوں کی پہچان

اس لئے میرے پیارے دوستو! اور دل و جان اللہ پر فدا کرنے کے جذبات رکھنے والو! جذبات ہیچ ہیں جو مرتبِ عمل نہ ہوں، خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے؎

جذبات ہی پہ اپنے نہ مجذوبؔ شاد رہ
جذبات ہیچ ہیں جو مرتب عمل نہ ہوں

ایک عورت کو درد ہورہا تھا، محلے بھر میں مٹھائیاں تقسیم ہوگئیں کہ بچہ ہونے والا ہے، لیکن درد ہونے کے بعد بچہ نہیں ہوا تو اس درد کا نام اطباء کے نزدیک کیا ہے؟ الحمدللہ! اختر حکیم بھی ہے، میری حکیمی آج کام آرہی ہے۔ اطباء لکھتے ہیں کہ جس درد کے بعد اولاد نہ پیدا ہو، اس عورت کا حمل اور درد کاذب اور جھوٹا درد ہے، وہ دردِ کاذب ہے، سچا درد ہوتا تو اولاد آنی چاہیے۔ تو جس کے دل میں اللہ کی محبت کا سچا درد ہو، اس ظالم پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق لازمی ہے، شریعت کے احکام اس کو بجالانا لازم ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے تھے، شعر بھی کتنے غضب کا فرمایا؎

اگر ہیں آپ صادق اپنے اقرارِ محبت میں
طلب خود کر لئے جائیں گے دربارِ محبت میں

جو اللہ تعالیٰ کا سچا درد رکھتا ہے، یقیناً یقیناً ان شاء اللہ! مقبول ہو جائے گا۔ اسی دردِ صادق کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۹)

کہ تم اللہ والوں کے ساتھ رہو مگر کون اللہ والے؟ جو اپنے دردِ دل میں صادق ہوں۔ لیکن اگر کوئی صورتاً تو بایزید بسطامی ہو مگر اس کے اعمال شیطانی ہیں تو کیا ہوگا؟ میرؔ صاحب سے کبھی یہ شعر سن لینا ؎

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
چھوڑ دیتا ہے کارِ شیطانی

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ صادقین نازل فرمایا حالانکہ مراد متقین ہیں۔ جیسے ابّا اپنے بچے کو سمجھاتا ہے کہ بیٹا! نیک شکل میں بعضے نالائق بھی ہوتے ہیں، ہر ایک کے پاس رات میں مت رہنا، اگرچہ اس کا لمبا کرتہ، ہاتھ میں تسبیح ہو، علمائے دین سے پوچھ لو کہ وہ ہدایت پر ہے یا نہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنے بندوں کو سکھا دیا کہ ہر تسبیح اور ہر لمبے کرتے اور گول ٹوپی والے پر اعتماد مت کرنا، صادق ہو یعنی تقویٰ میں سچا ہو، باوفا ہو، اللہ کا عاشق ہو، جب وہ جھوٹا ہوگا تو تم کیسے صادق بنو گے؟

اللہ تعالیٰ کے راستے کا غم اٹھانے والوں پر فضلِ باری

تو اللہ تعالیٰ نے دو ادائے بندگی سکھائی ہیں، ان دونوں میں جو کامیاب ہو گیا وہ ولی اللہ ہو گیا، ہر لمحۂ حیات میں اس پر حق تعالیٰ کی عطائے خواجگی برستی ہے، خواجگی معنی مالکانہ، مالک کی مہربانیاں۔ جب ہماری غلامی اور بندگی کے

آداب صحیح ہوجائیں گے تو مالک کو خود رحم آجائے گا، جب اللہ میاں دیکھیں گے کہ میرا بندہ ہر وقت غم اٹھاتا ہے، اپنا دل خوش کرنے کے بجائے مجھے خوش کرنے کی فکر کرتا ہے اور اپنے دل کے زخمِ حسرت کو برداشت کرتا ہے، غم سے اس کا دل پاش پاش ہوجاتا ہے، اور اگر یاد ہے تو ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتا ہے، ورنہ بزبانِ حال ہر صوفی یہ شعر پڑھتا ہے ؎

حسرتیں پامال ہوں یا آرزوئیں خون ہوں
اب تو اس دل کو تری خاطر بنانا ہے مجھے

تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے؟ کیا وہ نہیں دیکھتا کہ بعض بندے جہاں چاہتے ہیں نظر ڈالتے ہیں، جو گناہ چاہتے ہیں کرتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے، اور کچھ بندے روئے زمین پر ایسے ہیں جو میرے راستے کا غم، گناہ چھوڑنے کا غم، نظر بچانے کا غم، دل بچانے کا غم، حسینوں سے دوری پر ہر وقت غم اٹھا رہے ہیں، تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہیں آئے گا؟ اگر آپ صاحبِ اولاد ہیں تو آپ کو ضرور محسوس ہوگا کہ ایسے لائق بچے جو ماں باپ کی فرمانبرداری پر ہر وقت اپنے جذبات کو فدا رکھتے ہیں، آپ پوچھو ان کے والدین سے کہ جو بچہ اپنی خواہشات کو فنا کردے، ہر وقت اپنے باپ کو خوش رکھے، اس کے دل میں کیا جذبہ آتا ہے؟ ؎

اگر تُو صاحبِ اولاد ہوگا
تجھے اولاد کا غم یاد ہوگا

جو صاحبِ اولاد نہیں ہیں، ان سے مت پوچھنا، ہاں اگر شریف الطبع ہوں تو اور بات ہے، بعض لوگ صاحبِ اولاد نہیں ہیں مگر ماشاء اللہ! صاحبِ رحم ہیں، سلیم الطبع ہیں، شانِ رحمت سے سمجھ جاتے ہیں بلکہ ان کو تو ہر بندے پر رحم آتا ہے کہ میرے اللہ کا بندہ ہے۔

اللہ والا ہونے کی یہی علامت ہے کہ اس کو ہر بندے کا اکرام ذہن میں

آ تا ہے کہ میرے اللہ کا بندہ ہے، ہر مسلمان کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھتا ہے لیکن پھر بھی سمجھانے کے لئے میں مثال دیتا ہوں کہ جو لوگ صاحبِ اولاد ہیں، اگر ان کا بیٹا ہمہ وقت اپنے باپ کا فرمانبردار ہو اور بڑی بڑی خواہشات اس کے سامنے ہوں، اور مفت کی حرام لذات پا رہا ہو مگر اپنے ابّا کو خوش کرنے کے لئے اپنی خواہشات کو فنا کرتا ہے تو اس کے ابّا کا دل کتنا خوش ہوتا ہے! باپ کے دل میں کیسے جذبات اُٹھتے ہیں کہ اپنے اس بیٹے کو سونے سے وزن کر دوں، اگر سونا ہو تو سونے سے وزن کر کے خیرات کر دوں، سلطنت ہو تو سلطنت دے دوں، تو سوچو کہ حق تعالیٰ کے پاس کیا کمی ہے؟ یہاں تو ''اگر'' ہے کہ بابا کے پاس ریاست ہو تب دے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں اگر نہیں ہے۔ وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے، اللہ جس سے خوش ہوتا ہے، اس پر زمین و آسمان کے خزانے برسا دیتا ہے، اور سب سے بڑا خزانہ آبروئے عزت زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی دیتا ہے۔ دیکھ لو! حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ دی، آج ان کا نام اور ان کی داستان، ان کی وفاداری، ان کے سلطنت فدا کرنے کا قصہ ہر طرف عزت کے ساتھ باقی ہے۔ ان سے بڑی بڑی مملکت کے بادشاہ مر گئے اور کوئی پوچھتا بھی نہیں، بلخ تو ایک چھوٹی سی سلطنت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے تو اپنے بندے کی آبرو کے تبصروں پر اور غیبتوں کے اندھیروں پر بے شمار آفتابِ عزت طلوع کر دیتا ہے کہ جتنے حاسدین ہیں وہ نادمین ہو جاتے ہیں، اس کے مقامِ قرب سے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کے حرام ہونے میں بھی رحمت پوشیدہ ہے

تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دو قسم کی ادائے بندگی بجا لاؤ، زیادہ اداؤں کا ہم تم کو پابند نہیں کرتے کہ تم ڈر جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری

زندگی کی صرف دو اداؤں میں ہمیں یاد فرمایا ہے کہ تم میری مالکیت اور اپنے بندے ہونے کی حیثیت سے صرف دو ادائیں دِکھا دو کہ میرے حکم کو مان لو اور جس بات سے میں منع کروں اس سے رُک جاؤ۔ادائے احکام یعنی میرے حکم کو ادا کرلو اور جس کام سے میں منع کردوں،اس پر ایمان لاؤ کہ وہ ضرور مضر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہو کر مفید چیز سے منع نہیں کرے گا۔تم کو جوتوں سے، ذلتوں سے،بے چینیوں سے،اور حسینوں کے عشق میں تڑپنے سے بچانا چاہتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے سامنے رومانٹک دنیا کی پوری تاریخ ہے۔جتنے دنیا میں مجنوں و لیلیٰ پیدا ہوئے ہیں،اللہ کے سامنے سب کا ماضی حال مستقبل ہے کہ کتنے لوگ اس میں تباہ ہوگئے،کتنے لوگ خودکشی کرچکے،کتنے لوگوں کی صحت خراب ہوگئی، کتنے لوگوں کی نیند حرام ہے،کتنے لوگ اپنے ماں باپ سے دور ہوگئے،کتنے لوگ اسی رومانٹک اور عشق بازی میں اپنے بال بچوں اور بیوی سے دور ہوگئے۔

بعض سالکین کی راہِ مولیٰ میں مجاہدہ کرنے میں پست ہمتی

تو اللہ نے اپنے بندوں کو اس عذاب اور لعنت سے بچانے کے لئے نظر کی حفاظت کو فرض کردیا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کوئی تعویذ دے دو کہ کسی عورت کو دیکھنے کا،کسی حسین لڑکے کو دیکھنے کا،حسینوں کی طرف نظر اٹھانے کا خیال ہی نہ آئے۔اگر ایسا تعویذ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کو دے دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں! تعویذوں سے کام نہیں چلے گا وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا (سورۃ العنکبوت:آیۃ ۶۹) میرے راستہ میں تکلیف اور غم اٹھاؤ۔سارا کام تعویذوں سے چلتا تو تلوار اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب صحابہ کو تعویذ دے دیتے،جنگ فتح ہوجاتی لیکن اُحد کے دامن میں ستّر شہید جو بزبانِ حال یہ شعر پڑھ رہے تھے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے جنازے کی

امامت فرمارہے تھے۔

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لئے
بے خودی چاہیے بندگی کے لئے

صحابہ نے جانیں دے دیں، آج ہم ایک نظر کی حفاظت کی ہمت نہیں کرتے۔ پیر رورو کے دعائیں مانگ رہا ہے، شیخ رات دن غم میں مبتلا ہے کہ کب میرے دوست احباب تقویٰ پر استقامت حاصل کریں گے لیکن مرید اپنی خواہشات کی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں۔

فربہ جانور کی قربانی افضل ہے

اس لئے قربانی کے زمانے میں ہم آپ اپنے نفس کی بُری خواہشات کی قربانی کا بھی سبق حاصل کریں۔ یہ قربانی کا زمانہ ہمیں سبق دیتا ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ بھی ہمیں سبق دیتی ہے کہ اپنی پیاری سے پیاری حرام خواہش کو قربان کرنا سیکھیں۔ دیکھو! جب قربانی کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ جانور فربہ، موٹا ہو تو ثواب زیادہ ملتا ہے:

((کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُضَحِّیْ بِکَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِیْلٍ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب فی الاضحیۃ، ص ۱۲۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سینگوں والے اور فربہ دنبے کی قربانی کرتے تھے۔)

آپ لوگ ہنس رہے ہیں، میر صاحب کی طرف خیال مت لے جانا، ان کا تصور مت کرنا۔ یہ منفی وہ ہے جو مثبت کا مزہ دیتی ہے۔ ہے نا! کوئی کہے کہ میر صاحب کو مت دیکھو تو ضرور دیکھے گا۔ خیر! تو جس طرح فربہ قربانی کا ثواب زیادہ ملتا ہے تو جس کے دل میں تقاضے زیادہ شدید ہیں تو وہ مایوس مت ہو، اس کا موٹا نفس ہے تو موٹی قربانی پیش کرے۔ موٹے جانور کی قربانی جیسے اللہ کے یہاں زیادہ

محبوب ہے، ایسے ہی جس کا نفس بہت موٹا ہو، ہر وقت گناہ کا تقاضا کرتا ہو تو وہ سمجھے کہ میرے نفس کا جانور بڑا تگڑا ہے، خوب سینگ مارتا ہے۔ اس کو دباؤ اور اس کا غم اٹھاؤ، ان شاء اللہ! دیکھو کتنا نور پیدا ہوتا ہے۔

نفسِ سرکش کی قربانی سے نور زیادہ پیدا ہونے کی مثال

اس پر ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک شخص کو نظر بچانے میں دس کلو غم ہوتا ہے، ایک کو پانچ کلو غم ہوتا ہے، ایک کا تقاضا بالکل کمزور ہے، اس کو صرف آدھا کلو غم ہوتا ہے، آپ بتاؤ کہ اجر کس کو زیادہ ملے گا؟ دس کلو والے کو۔ بس اس لئے دوستو! مایوس نہ ہو کہ کیا بتاؤں صاحب! میرا نفس بہت ہی مجھے تنگ کر رہا ہے۔ اگر نفس تنگ کر رہا ہے تو آپ بھی جنگ کیجئے، تنگ کا علاج جنگ ہے۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔ دشمن تنگ کرتا ہے تو آپ اس سے جنگ کرتے ہو یا نہیں؟ لہٰذا نفس سے بھی جنگ کیجئے تاکہ نفس زیادہ پریشان ہو کہ تم نے تو مجھے تڑپا دیا، بہت غم دے دیا۔ نفس سے کہو تم دشمن ہو، ہم تم کو ایسے ہی تڑپا تڑپا کر زندہ رکھیں گے، اور اس تڑپنے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعام ملے گا۔

تو دوستو! اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ ولی اللہ بن جائے، اللہ والا بن جائے اور مجاہدہ نہ کرنا پڑے، تعویذوں سے کام چل جائے، وظیفوں سے کام چل جائے تو میں واللہ کہتا ہوں! اگر وظیفوں سے کام چلتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کو وظیفے بتا دیتے، وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا کی آیت نازل نہ ہوتی، اللہ پاک فرماتے ہیں میرے راستے میں تکلیف اٹھاؤ، نفس کے بُرے بُرے خیالات، نفس کے خبیث خبیث تقاضوں پر عمل مت کرو، اور عمل نہ کرنے سے، اپنی بُری خواہش کو چھوڑ دینے سے، نفس ظالم اور دشمن کو جو غم پیدا ہو، تم اسے اپنا غم مت سمجھو، اسے دشمن کا غم سمجھو۔ دشمن کے غم سے انسان خوش ہوا کرتا ہے، دشمن کے غم سے کوئی عقلمند

انسان غمگین نہیں ہوتا سوائے پاگل کے، لہٰذا گناہ چھوڑنے سے جب نفس میں غم پیدا ہو تو سمجھو کہ یہ غم ہمارا نہیں ہے، یہ غم نفس دشمن کا ہے۔

گناہ نہ کرنے کے غم سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آہ! یہ جملہ غور سے سنئے، گناہ نہ کرنے سے، نظر بچانے سے نفس میں جو غم پیدا ہوتا ہے تو اسی وقت روح میں نور پیدا ہوتا ہے جو اس کو اللہ والا بنا دیتا ہے۔ ایک ہزار تہجد کا نور ترازو میں رکھ لو اور ایک پلڑے پر نظر بچانے کا غم رکھ لو تو اس کا نور بڑھ جائے گا کیونکہ یہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا کی تفسیر ادا کر رہا ہے کہ وہ بندے جو میری راہ میں تکلیف اٹھاتے ہیں، ان کو خدا ملتا ہے۔ جو شخص نفس کو تکلیف نہیں دینا چاہتا، یہ عیش کر کے، حلوہ کھا کر مجنوں بننا چاہتا ہے۔ دودھ پینے والا مجنوں مت بنو، یہ نفس کو دھوکہ دینا ہے، خود اپنے پیر پر کلہاڑی مارنا ہے۔ یہ ظالم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے، زندگی کو ضائع کر رہا ہے۔ کسی دن ویزا ختم ہوگا اور جنازہ نامراد دفن ہو جائے گا، اس نامراد کا جنازہ گنہگار زندگی کے ساتھ دفن ہو جائے گا۔ جلدی کرو، دیر نہ کرو دوستو!

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم

ایک شخص برف بیچ رہا تھا، لوگ قیلولہ کر رہے تھے، گھروں میں آرام کر رہے تھے، اس کا برف کم ہوتا جا رہا تھا، اس نے زور سے اذان کی طرح چلّا کر کہا کہ ارے محلے والو! جلدی سے میری برف خرید لو، میری پونجی گھل رہی ہے، ختم ہو رہی ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند
گرم گشت و نرم گشت و تیز راند

جب برف کو سورج کا پتا چلا تو برف نہ رہا، گرم ہو گیا، نرم ہو گیا اور تیزی سے پگھلنے لگا، یعنی تمہاری زندگی کی پونجی گھل رہی ہے، برف کی طرح ختم ہو رہی ہے، ایک دن پتا چلے گا کہ اب ایک منٹ بھی باقی نہیں ہے، جنازہ قبرستان جا رہا ہے۔ اگر جیتے جی ولی اللہ نہ بنے تو کیا قبر میں جا کر جنازہ ولی اللہ بنے گا؟ کیا مردہ ولی اللہ بنے گا؟ کس بات کا انتظار کر رہے ہو دوستو! اس لئے عرض کرتا ہوں کہ ہمت سے کام لو۔

چوں علی وار ایں در خیبر شکن

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس طرح قلعہ فتح کیا تھا، تم بھی اپنے نفس دشمن کے قلعہ کو فتح کرلو، مولانا رومی فرماتے ہیں کہ نفس دشمن مردانہ حملے سے چت ہو گا، زنانہ حملے سے چت نہیں ہو گا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی پڑھ رہے ہیں، اللہ میاں سے دعا بھی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! حسینوں سے بچانا اور اس حسین کو دیکھ بھی رہے ہیں، اس کو مرنڈا بھی پلا رہے ہیں، اس سے باتیں بھی کر رہے ہیں۔ بتاؤ بھئی! یہ دعا کیسی ہے؟ پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام بھی اگر عزیزِ مصر کی بیوی سے نہ بھاگتے، رات بھر سجدہ میں روتے رہتے تو اللہ کی مدد نہ آتی۔ سب سے پہلا کام فرار ہے، فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (سورۃ الذّٰریٰت : آیۃ ۵۰) قرآنِ پاک کی آیت ہے، گناہ کے مواقع سے اللہ کی طرف بھاگو۔ مگر یہاں تو بھاگنے کی بجائے اس کو پان، چائے، مرنڈا، ٹافی، حلوہ کھلایا جاتا ہے، اس سے گپ شپ کی جاتی ہے، اللہ کا حکم تو ہے غیر اللہ سے بھاگو۔ تمہارا فرار جب نہ ہو گا، قرار ہو گا تو خدا کی نافرمانی کے بدلہ میں تمہارا منہ کالا ہو جائے گا، کھوپڑی پر جوتے پڑیں گے۔ کتنے ہی ثقہ صورت، بڑی بڑی داڑھی اور لمبے کرتے والے، جنہوں نے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کی، ایسے بُرے کاموں میں پکڑے گئے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ کبھی اللہ

انتقام لیتا ہے، کچھ دن موقع دیتا ہے، ستاری کا پردہ ڈالتا ہے، لیکن ؎

چوں ز حد بگذری ترا رسوا کند

جب کوئی حد سے گذر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کردیتا ہے۔

کون سی برادری بہتر ہے؟

آپ سب لوگوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ اللہ والا بننا چاہتے ہیں یانہیں؟ صاحبِ نسبتِ اولیاء بننا چاہتے ہیں یا نہیں؟ کس حالت میں موت چاہتے ہیں؟ ولی اللہ بن کر یا فاسقانہ زندگی؟ (سب نے کہا ولی اللہ بن کر) تو بس اللہ تعالیٰ کے راستے کے غم کو اُٹھانے کا ارادہ کرلو کہ جان دے دیں گے مگر اپنے اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ وی سی آر ہو، مووی ہو، جہاں مووی وغیرہ بنے لعنت بھیجو ایسی رشتہ داری پر، اللہ آپ کا رشتہ دار ہوگا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے رشتہ دار ہوں گے، صحابہ آپ کے رشتہ دار ہوں گے، تمام دنیا کے اولیاء اللہ آپ کے رشتہ دار ہوں گے، اِس وقت کے صالحین بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ آپ کا خاندان، آپ کی برادری معمولی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ چند شیطان کے اور نفس کے غلام آپ کو گالیاں دیں گے تو برداشت کرلو، ان شاء اللہ! ایک دن آئے گا وہ آپ سے دعائیں کرائیں گے۔

دو ادائے بندگی پر دنیاوی زندگی میں پہلا انعام

تو دوستو! اللہ تعالیٰ نے دونوں اداؤں پر انعامات کی بھی دو قسمیں بیان کردیں۔ جس طرح سے اپنے بندوں کو دو اداؤں کا پابند کیا تو دو قسم کی نعمتوں کی خوشخبری بھی دے دی۔ نمبر ایک عطا یہ ہے کہ اگر تم عمل صالح کرتے رہو گے، ہمارے احکام کو بجالاتے رہو گے، گناہ نہیں کرو گے، نیک رہو گے تو ہم تمہاری زندگی ہی میں تم کو بالطف اور مزیدار زندگی دیں گے:

﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ﴾

(سورۃ النحل:آیۃ ۹۷)

اللہ تعالیٰ جس زندگی کو بالطف بنائے گا وہ کیسی بالطف ہوگی! تم لاکھ اپنے لطف کی حرام کوششوں سے منہ کالا کرتے رہو مگر جس کو اللہ تعالیٰ بالطف زندگی دیتا ہے اس کی زندگی کے عالَم کا کیا عالَم ہوتا ہے! سارا عالَم اس کی لذتِ حیات سے نا آشنا ہوتا ہے، اگرچہ کوئی خود بھی ولی اللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کو الگ الگ لذتِ قرب بخشی ہے کیونکہ شانِ وحدانیت اپنے بندوں پر بھی رکھتے ہیں، لہٰذا ایک ولی دوسرے ولی کی لذت کو پورا نہیں سمجھ سکتا، تھوڑا سا اندازہ کرلیتا ہے۔ ایک ولی اللہ جس لطف میں ہے، اللہ کی لذتِ قرب میں جس طرح وہ مست ہے، دوسرا ولی اللہ اس کی مستی کی اندرونی حالت کو نہیں سمجھ سکتا، صرف قیاس کرسکتا ہے، اندازہ کرسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شانِ وحدانیت ہر ایک پر الگ الگ ہے، ہر لمحۂ حیات میں شانِ تفرد دیتے ہیں۔ ہر ولی اللہ کا ہر لمحۂ حیات، جتنے روئے زمین پر اولیاء اللہ جی رہے ہیں، دوسرے ولی اللہ کے ہر لمحۂ حیات سے الگ ہوتا ہے، ایک الگ مستی رکھتا ہے، میں کیسے اس کو الفاظ سے سمجھا دوں؟ لیکن ان شاء اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے تو تھوڑا سا سمجھ میں بات آجائے گی۔ جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جب ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی خوشبو عرشِ اعظم سے جلال الدین رومی کے پاس اُڑ کر آتی ہے، پرّاں معنی اُڑ کر، تو میں اس کی لذت کو اپنے دوسرے بھائیوں کو بیان کرنا چاہتا ہوں مگر جتنی زبانیں ہیں، زبان کی جمع زبانہا، دنیا میں جتنی زبانیں ہیں سب حیران رہ جاتی ہیں کیونکہ لذتِ غیر محدود کو مخلوق کی

زبانِ محدود کیسے ادا کردے؟ اس غیر محدود لذت کو بس اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے قلب وجاں محسوس کرتے ہیں لیکن تعبیر کے لئے ان کی زبان قاصر ہوتی ہے۔

تعلق مع اللہ کی لذت چاہیے تو اہل اللہ کے پاس رہو

لہٰذا اہل اللہ کے ساتھ رہو، اگر لذتِ کباب سے آشنا نہیں ہو تو کباب کھانے والوں کے پاس تو بیٹھ جاؤ۔ جب وہ کباب کھائیں اور ان کی آنکھوں میں کباب کی لذت نظر آئے اور ان کی زبان سے کباب کی لذت کے چٹخاروں کی آوازیں آئیں۔ میری اردو ذرا غور سے سننا! ان کی آنکھوں سے لذتِ کباب ٹپکنے لگے اور زبان سے کباب کے چٹخاروں اور لذتوں کی آوازوں سے تم کو کچھ اندازہ ہوجائے گا، ان شاء اللہ! لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ لوگ میرے لئے کباب لے آئیں۔ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی تھی، میں نے جب تقریر میں شامی کباب کا تذکرہ کیا تو دوسرے دن ایک صاحب کباب لے کر آ گئے۔ میں نے کہا کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے، میرا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت کا کباب سیکھنا اور سکھانا ہے۔

گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا بھی اللہ کا دوست ہے

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی دوادائے بندگی پر جن دو عطائے خواجگی کا اعلان فرمایا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا میں ہم تم کو بالطف حیات دیں گے اور میدانِ محشر میں سایۂ عرش عطا کریں گے اور جنت میں اپنا دیدار نصیب فرمائیں گے۔ اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی دوادائے بندگی پر دو نعمتوں کا جو اعلان ہے، ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں، وہ اہلِ تقویٰ کو، اللہ سے ڈرنے والوں کو، گناہوں سے بچنے والوں کو ملتا ہے، اور جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لیتے ہیں وہ بھی

تقویٰ والوں میں شامل ہیں بشرطیکہ ندامتِ قلب ہو، بشرطیکہ عزمِ مصمم رکھتا ہو:

((فَاِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا بِمَنْزِلَۃِ الْمُتَّقِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، ج ۵ ص ۲۴۸)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو گناہوں سے دل سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے متقیوں ہی کے درجے میں رکھیں گے۔ پھر اور کیا چاہیے؟ لیکن توبہ کے سہارے پر گناہ کرنے والا یہ انتہائی گدھا، انٹرنیشنل بیوقوف ہے کیونکہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کا سہارا ایمرجنسی کے لئے ہے۔ اگر مرہم کی کوئی ڈبیہ ہو اور دواخانے والا کہہ دے کہ اگر یہ جلنے پر کامیاب نہ ہو اور چھالے پڑ جائیں تو دواخانہ ایک ہزار روپیہ ادا کرے گا تو کیا اس اعلان سے اس مرہم کی ڈبیہ کے سہارے آپ آگ میں ہاتھ ڈالیں گے؟ بیوی سے بھی کہہ کر دیکھ لینا کہ ذرا ہاتھ ڈال کر دیکھ، پھر جو جواب وہ دے تو آکر مجھے کان میں بتا دینا۔

سلبِ توبہ کا ایک عبرت انگیز واقعہ

تو اللہ تعالیٰ نے توبہ کو ایمرجنسی کے لئے رکھا ہے، اور توبہ کی توفیق بھی اپنے اختیار میں رکھی ہے، جن لوگوں نے جرأت اور گستاخی کی اور توبہ کے سہارے پر حرام اور خبیث لذتوں سے اپنے نفس کو مسٹنڈا کیا تو اللہ نے اس کے عذاب میں ان سے توفیقِ توبہ چھین لی، اختر یہ مشاہدہ کرچکا ہے۔ ناظم آباد چار نمبر میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک میں بیس سال رہا۔ وہاں ایک خانساماں تھا، اس کا کام نظر بازی کرنا، فلم دیکھنا، گانے سننا اور حسینوں کو چھیڑنا تھا۔ وہ ایک اور خانسامے کا دوست تھا، جو میرا دوست تھا۔ یہ نظر باز جب بیمار ہوا تو میرے دوست نے جا کر اس سے کہا کہ اب ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ تم بچو گے نہیں، اسی مرض میں مرجاؤ گے لہٰذا تم توبہ کرلو۔ تو اس نے کہا کہ میرے منہ سے یہ لفظ نہیں نکل رہا ہے، سب الفاظ نکل رہے ہیں، ڈبل روٹی، چائے، ہسپتال، ڈاکٹر کے پاس لے چلو،

دنیا کی جتنی لغت ہے، سب میں ادا کرسکتا ہوں لیکن جو تم کہہ رہے ہو، یہ لفظ میرے منہ سے نہیں نکل رہا ہے۔ وہ کون سا لفظ تھا؟ توبہ۔ دیکھا آپ نے۔ یہ زمانۂ حاضر کی مثال ہے، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سب پرانی باتیں ہیں۔

اس لئے اللہ کے لئے کہتا ہوں کہ خدا پر جرأت مت کرو، معلوم نہیں کس وقت غضب نازل ہوجائے، گردے بیکار کردیئے جائیں، کینسر ہوجائے، پتھری پڑ جائے، کہیں ہسپتال میں پیر رگڑ رگڑ کر نہ مرنا پڑے۔ یہ جرأت کرنا، اللہ پر جری ہونا کافرانہ حرکت ہے، اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں کہ کافر ہی میرے عذاب سے بے خوف رہتا ہے:

﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۝﴾

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۹۹)

(کیا اللہ کی اس (ناگہانی) پکڑ سے بے فکر ہوگئے ہیں؟ (سمجھ رکھو) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا) (بیان القرآن) اس لئے جو اللہ کی پکڑ اور عذاب سے بے خوف رہتا ہے وہ کافر جیسی زندگی گذارتا ہے، کافر تو نہیں ہوجاتا مگر کافر جس طرح بے خوف ہوتا ہے، اسی طرح یہ ظالم بھی اللہ سے بے خوف ہے۔

دوادائے بندگی پر دنیاوی زندگی میں دوسرا انعام

توخوفِ خداوندی پر عطائے خواجگی سنئے! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (سورۃ الرحمٰن: آیۃ ۴۶) اللہ تعالیٰ اپنے ڈرنے والوں کو دو جنت دیں گے، ایک کا نام ہے:

((جَنَّةٌ مُّعَجَّلَةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، باب الرحمۃ، ج ۵ ص ۲۱۳)

دنیا میں اس کو ایک جنت دی جائے گی جس کا نام اللہ تعالیٰ کا

دوامِ قرب ہے، دوامِ حضوریٔ حق ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوجائے پھر وہ دنیا کے حسینوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے، جیسے ایک سیارہ ہے جو سورج کے قریب رہتا ہے، اس کا نام عطارد ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی چاند نہیں دیا، برعکس اس کے جتنے سیارے سورج سے دور ہیں، ان کو چاند دیئے کہ سورج کی دوری سے وہاں اندھیرے ہوتے ہیں۔

اہلِ سائنس کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چیلنج

اللہ تعالیٰ نے مشتری کو چار چاند، زحل کو چھ چاند دیئے اور ہماری یہ دنیا جو چوبیس ہزار میل کا گولا ہے، جس پر پانی بھی گول ہے، زمین کے تین میں سے تقریباً دو حصے پر پانی ہے، صرف ایک حصہ خشکی ہے، اس ایک حصہ میں تمام زمین اور پہاڑ ہیں، اور کروڑہا کروڑ ہا ٹن پانی اس دنیا پر ہے، وہ بھی گول ہے، نیچے کوئی سہارا نہیں ہے، کوئی تھونی کوئی کھمبا نہیں ہے۔ میں ساری دنیا کے سائنسدانوں کو چیلنج اور للکارتا ہوں، چیلنج کا اردو ترجمہ للکارنا ہے کہ تم زیادہ نہیں صرف اکیس کلو پانی کو گول کر کے فضا میں ڈال دو، چاہے اس میں تھوڑی سی مٹی بھی ملالو جیسے دنیا میں دو حصہ پانی ایک حصہ زمین ہے۔ چلو! ہم سائنسدانوں کو اجازت دیتے ہیں کہ اگر چودہ کلو پانی ہے تو سات کلو مٹی اور پتھر ملا کر پانی کو گول کر کے فضا میں داخل کردو۔ ارے! زیادہ نہیں کہتا، ایک مٹکا پانی ڈال دو، ایک صراحی پانی ڈال دو، یا ایک گلاس پانی گول کر کے فضا میں لہرادو۔ کوئی نہیں کرسکتا، پھر سوچو کہ سمندر کا کتنا پانی ہے، اور سب فضا میں بغیر سہارے کے صدیوں سے پڑا ہوا ہے۔ تو عطارد کو اللہ تعالیٰ نے ایک چاند بھی نہیں دیا، جس کی وجہ بتادی کہ سورج سے بہت قریب ہے، ہر وقت روشن رہتا ہے، لہٰذا جو سیارے دنیا کے سورج کے قریب ہیں ان کو چاند کی ضرورت نہیں، ایسے ہی جو بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہے وہ لیلاؤں کا محتاج نہیں۔

جس دل میں اللہ آتا ہے مع تمام لذات کے آتا ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈر کر رہے گا، اپنی بُری خواہشات کو چھوڑ کر زندگی گذارے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس خوفِ خدا کا انعام دے گا جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى ایک جنت دنیا میں دے گا کہ ہر وقت ان کے قلب وجاں اللہ تعالیٰ سے چپکے ہوں گے، جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر دودھ پیتا رہتا ہے، اولیاء اللہ کے قلب وجاں اللہ تعالیٰ سے چپکے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا دودھ پیتے رہتے ہیں اور لذتِ خداوندی سے مست رہتے ہیں۔ جو سارے عالم کو لذت دیتا ہے، خالقِ لذاتِ کائنات ہے، اس سے وہ لپٹے ہوتے ہیں، ان کے مزے کو کیا پوچھتے ہو؟ تم اگر دس مرغی کھاجاؤ تو تمہیں لیکویڈ موشن (پتلے دست) شروع ہوجائیں گے، اور پروموشن بھی نہیں ملے گا، بس ہگتے رہو گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت ایسی ہے کہ اللہ والے ساری کائنات کی مرغیاں، ساری کائنات کی لیلاؤں کا نمک، دونوں جہان کی لذت اللہ کی رحمت سے پا جاتے ہیں، سارے عالم کا انگور کا رس ان کے دل میں گھل جاتا ہے اور ان کو کوئی بدہضمی نہیں ہوتی۔

آپ سے پوچھتا ہوں کہ کتنا سیب کھالو گے، کتنے شامی کباب کھالو گے، اگر پچیس شامی کباب کھالو تو درد سے لوٹنے لگو گے، اور لوٹا لے کے دوڑو گے۔ دو جملے سن لو! مرچہ دار کباب بیس پچیس کھا کر درد سے زمین پر لوٹو گے اور لوٹا لے لے کر دوڑو گے، اور لوٹ کے جب آؤ گے تو لوٹا رکھنے بھی نہیں پاؤ گے کہ دوبارہ مروڑا غضب کا لگ جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے جو کباب دل میں داخل ہوتا ہے وہ بغیر درد کے ہوگا، بغیر ضرر کے ہوگا۔ اللہ چاہے تو دال روٹی میں لذتِ کباب دیتا ہے اور اگر نہ چاہے تو اپنے نافرمانوں کو عذاب میں رکھتا ہے، ان کے منہ میں کباب ہوگا اور سر پر درد، فکر، پریشانی کے جوتے ہوں گے۔

کثرتِ تقاضائے گناہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے

دوستو! اللہ کے نام پر کہتا ہوں کہ اللہ پر مرنا سیکھ لو، اپنی خواہشات کا خون کرنا سیکھ لو۔ جس طرح آسمان سرخ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آفتاب پیدا کرتا ہے، اگر ہماری تمنائے حرام کے خون سے ہمارے دل کا آسمان سرخ ہوجائے تو واللہ! سارے دل پر بے شمار آفتاب اللہ کے قرب کے طلوع ہوجائیں گے، یہ تمناؤں کا خون تو ایک وقت خود بخود ہوجائے گا، کیا موت کے بعد کوئی تمنا رہے گی؟ یہ خونِ تمنا ہر شخص کے مرنے کے بعد خود بخود ہوجائے گا مگر اس وقت کوئی انعام نہیں ملے گا، اس لئے جیتے جی مالک پر مرجاؤ۔

ایک صاحب نے اختر سے پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ مر مر کے جی رہا ہوں اور جی جی کے مر رہا ہوں، مجاہدے میں یہی تو ہوتا ہے، سکون تو جنت میں پائیں گے، ان شاء اللہ۔ تو بتاؤ! یہ کیسا جملہ ہے! مر مر کے جی رہا ہوں اور جی جی کے مر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بُری خواہشات کو مارتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ کی لذتِ قرب سے جیتا ہوں۔ مرتا ہوں اس لئے کہ جی جاؤں اور جیتا ہوں اس لئے کہ اللہ کے راستے میں مرنے کا موقع ملے گا۔ جب زندگی ہی نہ رہے گی تو کیسے مریں گے؟ اس لئے کبھی مایوس نہ ہو کہ نفس میں تقاضے بہت ہیں۔ پیٹ میں پاخانہ بھرا ہوا ہوتا ہے مگر وضو کرکے نماز پڑھ لیتے ہو، اللہ میاں نے معافی دی ہوئی ہے۔ آپ بتاؤ! پیٹ میں گُو بھرا ہے یا نہیں؟ اور ہوا بھی ہے لیکن وضو کرکے نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ لہٰذا تقاضے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا، جب تقاضے پر عمل ہوتا ہے تب گناہ ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کے تقاضے کے باوجود وہ ولی اللہ ہے۔ اسے حقیر مت سمجھو۔ جیسے آدھا کلو کسی کے اندر پاخانہ ہے اور وہ تہجد پڑھ رہا ہے، کیا وہ ولی اللہ نہیں ہے؟ تو گناہوں کی

گندگیاں کسی کے اندر بھری ہیں، تقاضے ہیں مگر عمل نہیں کرتا، وہ ولی اللہ ہے، اور اس ولی اللہ سے زیادہ ولی اللہ ہے جس کو تقاضے نہیں ہوتے کیونکہ جس کو تقاضے نہیں وہ کسی وقت تکبر میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ میں بڑا پاک وصاف ہوں۔ اور یہ بے چارہ ہر وقت سوچتا ہے کہ میرے اندر تو بارود بھرا ہوا ہے، ہر وقت بم کے دھماکے کا ڈر ہے، کسی وقت دھماکہ ہوسکتا ہے، تو یہ ڈرتا رہتا ہے، اللہ سے خیر مانگتا ہے کہ اے اللہ! بچانا، مولیٰ بچانا! دھماکہ نہ ہونے پائے۔ اس کی فریاد بھی تگڑی ہوتی ہے، جن کے اندر گناہوں کے تقاضے زیادہ ہیں، ان میں عجز اور نیازمندی اور اپنے نفس میں تضرع وزاری بہت ہوتی ہے، اپنے کو ہر وقت حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ گناہوں کے تقاضوں کا پوٹ کا پوٹ سینے میں لئے ہوئے اس شخص سے افضل ہے جو اپنے کو مقدس سمجھتا ہے۔

بتاؤ بھئی! اب کوئی مایوسی کا راستہ ہے؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا راستہ مشکل ہے؟ آخر میں یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری بھی کرو، مالک کی یاری کے بعد سب مسئلے حل ہوجائیں گے، ان شاء اللہ! یہ میں بہت وثوق سے کہتا ہوں۔ آہ وزاری کئے جاؤ، اپنی اصلاح کے لئے روتے رہو، ایک دن ضرور فضل ہوگا، اللہ کسی کو مایوس نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ! ایسا فضل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسا تقویٰ دے گا کہ اس گنہگار کو حقیر سمجھنے والے انگشت بدنداں و حیراں ہوجائیں گے۔

اہلِ کفر واہلِ فسق کی زندگی حیات کہلانے کے قابل نہیں

تو مرتا ہوں اس لئے کہ جی جاؤں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اپنی حیات کو فنا کرتا ہے، اپنی بُری خواہش کو توڑتا ہے، اللہ اس کو مزید ار حیات عطا فرماتا ہے **فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً**، وعدہ قرآنِ پاک کا ہے، اور لام تاکید بانونِ

ثقیلہ سے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے باوفا ہیں کہ جن کو لام تاکید بانونِ ثقیلہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر ہم نادانوں کے لئے انہوں نے اتنا مؤکد کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنی بُری خواہش کو توڑ دو، حرام لطف چھوڑ دو، حرام لذتوں کے چکر میں مت پڑو، اللہ والے بن جاؤ تو ہم تم کو بالطف زندگی دیں گے۔ جب خدائے تعالیٰ، سارے عالَم کے لطف ولذتوں کے خالق، تم کو لطف کی زندگی دیں گے، وہ کیسی زندگی ہوگی! کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اور اگر تم نے نافرمانی نہ چھوڑی، گناہوں سے چپکے رہے، حرام لذت کی عادت کو جانبازی کے ساتھ نہ چھوڑا، لومڑیانہ حرکت نہ چھوڑی تو پھر کیا ہوگا؟

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

(سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۱۲۴)

پھر تم ساری زندگی تڑپ تڑپ کے کلپ کلپ کے مرو گے، چاہے Club میں پڑے رہو لیکن ساری زندگی چین نہ پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ اسمیہ سے نازل فرمایا کہ جس نے میری نافرمانی کی، جس نے میری محبت اور میری وفاداری سے اعراض کیا، اللہ تعالیٰ کا عنوان کتنا پیارا ہے، عاشقانہ اور رومانٹک ہے **وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ** جس نے میری یاد سے اعراض اور روگردانی کی، میری یاد سے بے وفائی کی، گناہ سے منہ کالا کیا، لذتِ حرام حاصل کی **فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا** ہم اس کی زندگی کو تلخ کر دیں گے۔ یہاں معیشت نازل فرمایا، حیات کا لفظ بھی نہیں لائے۔ دیکھا آپ نے! گویا نافرمانوں کی زندگی اس قابل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو حیات فرمائے، اس کے برعکس نیک بندوں کی زندگی کو حیات سے نازل فرمایا **فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** نیک بندوں کو ہم حیاتِ پاکیزہ دیں گے، بالطف زندگی دیں گے۔ یہ دلیل ہے کہ اگر دنیا میں کوئی زندہ ہے تو اللہ والے زندہ ہیں، اگر دنیا میں کوئی صاحبِ حیات ہے تو اللہ والے

صاحبِ حیات ہیں، نافرمانی کرنے والے لوگ صاحبِ حیات نہیں ہیں، ہاں! صاحبِ معیشت ہیں، بس جانوروں کی طرح سے زندہ ہیں۔ تو جب موت آ گئی تو بُری خواہش ہے ہی نہیں، اب وفاداری کی فیلڈ ختم ہوگئی، جب انسان مر گیا تو فیلڈِ وفاداری ختم ہوگئی، لہٰذا جیتے جی اللہ تعالیٰ پر فدا ہوجاؤ تو سمجھ لو کہ آپ نے اپنی وفاداری کی ادائے بندگی پیش کردی۔

دو ادائے بندگی پر آخرت کا انعام

دوسری عطائے خواجگی اور آخرت کا انعام کیا ہے؟ دو ادائے بندگی پہلے بتا چکا کہ احکام کو بجالایئے اور گناہوں سے بچیئے تب اللہ تعالیٰ کی دو عطائے خواجگی ہوں گی، ایک دنیا میں ایک آخرت میں، دنیا والی ابھی بتائی کہ بالطف زندگی ملے گی اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے قرب کی لذت حاصل ہوگی، اب آخرت والی نعمت سنو!

((وَ جَنَّةٌ مُّؤَجَّلَةٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، باب الرحمۃ، ج ۵ ص ۲۱۳)

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنی ملاقات عطا فرمائیں گے، اپنا دیدار کرائیں گے۔

جنت میں دیدارِ الٰہی کے وقت اہلِ جنت کی کیفیت

جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو کسی جنتی کو جنت یاد نہ آئے گی:

((فَیُرْفَعُ الْحِجَابُ فَیَنْظُرُوْنَ اِلٰی وَجْهِ اللهِ فَمَا اُعْطُوْا شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ اِلٰی رَبِّهِمْ۔ (رواہ مسلم) وَفِیْ رِوَایَةٍ فَیَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَیَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ فَلَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلٰی شَیْءٍ مِّنَ النَّعِیْمِ مَا دَامُوْا یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ۔ رواہ ابن ماجۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲)

(ترجمہ: پھر ان سے حجاب اٹھا دیا جائے گا، اہلِ جنت اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کو کوئی چیز دیدارِ الٰہی سے پیاری معلوم نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور یہ اللہ کی طرف دیکھیں گے، اور جب یہ اس کی طرف دیکھیں گے تو کسی اور نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے) اس وقت اہلِ جنت کو نہ کوئی حور یاد آئے گی، نہ شہد کے نہ دودھ کے دریا یاد آئیں گے، جنت کی کسی نعمت کا تصور بھی نہیں ہوگا کہ کہاں ہے جنت! ؎

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظامِ کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگسِ خمار آلود

اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت سے اہلِ جنت ایسے مست ہوجائیں گے کہ ان کو جنت کی کوئی نعمت یاد نہ آئے گی، حتیٰ کہ جب دیدارِ الٰہی کر کے اہلِ جنت واپس اپنی بیویوں کے پاس پہنچیں گے تو وہ پوچھیں گی کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ کے چہرے پر آج عجیب وغریب حسن ہے، ایسا حسن اس وقت نہیں تھا جب آپ ہمارے پاس سے گئے تھے:

((ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰی مَنَازِلِنَا فَیَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا فَیَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَھْلًا لَّقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَیْهِ فَیَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا الْیَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب صفۃ الجنۃ واھلھا؛ ص ۴۹۹)

تب اہلِ جنت جواب دیں گے کہ آج ہم اپنے پیارے رب کا دیدار کر کے آرہے ہیں، تمہیں ہمارے چہرے پر اللہ میاں کے جلوے اور تجلیات نظر آرہے ہیں۔ دوستو! اللہ نعمت دینے والا ہے، جنت بنانے والا ہے، اگر جنت بنانے والا کمتر ہو تو جنت کیسے مزیدار ہوگی؟

ایامِ عید میں قربانی کرنا بھی بندگی کی ایک ادا ہے

اب اس تمہید کے بعد سنئے کہ یہ جو قربانی کا زمانہ آرہا ہے، اسی ادائے بندگی میں سے ایک جزء ہے۔ بتایئے! میں قربانی کے مسئلے کو کس انداز سے

بیان کررہاہوں، یہ میرے مالک کی عطاہے۔جس طرح سے صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے،اسی طرح کچھ لوگ صاحبِ نصابِ قوتِ نفس ہوتے ہیں، جن کے نفس میں گناہ کرنے کی طاقت ہے، یہ بھی صاحبِ نصاب ہیں، یہ اپنی بُری خواہش کی قربانی کریں، ان شاءاللہ تعالیٰ! مقرب ہوجائیں گے۔آج ایک نئی مثال صاحبِ نصاب کی سنئے۔قربانی کے لئے تو پیسے کی ضرورت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی جس کے پاس طاقت ہے، یہ بھی صاحبِ نصابِ گناہ ہے،صاحبِ نصابِ طاقت ہے۔اگر یہ گناہ کرلیتا ہے تو فاسق ہے، اگرگناہ چھوڑ دیتا ہےتو متقی ولی اللہ ہے۔

ذبیحۂ جانور اور ذبیحۂ نفس کا ربط

لٰہذا ان مبارک دنوں میں اس کی بھی مشق کیجئے کہ ہم لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی کریں۔پھر یہ کہ جانور کی قربانی مسکین پر واجب نہیں، مسافر پر واجب نہیں، مقروض پر واجب نہیں،لیکن تقویٰ ہر شخص پر واجب ہے، خواہ مقروض ہو، چاہے مسکین کا باپ ہی کیوں نہ ہو،غریب سے غریب ہومگر تقویٰ سب پر فرض ہے، نافرمانی کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔سانڈ کی طرح زندگی مت گذارو کہ جو چاہو کرلو، جب دل میں گندہ خیال آئے، ذرا غیرت اور شرافت سے سوچو کہ اس خیال سے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غضبِ الٰہی میں مبتلا ہوجاؤں گا یا نہیں؟ یا اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے؟ جب آپ کا دل فتویٰ دے دے کہ اس بات سے اللہ ناخوش ہوگا تو اللہ کے نام پر اختر اپیل کرتا ہے کہ خدا کے لئے اپنے منہ کو کالا مت کرو، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، اور پوری طاقت لگادو، جان کی بازی لگا دو، اپنا دل توڑ دو اور خدا کے قانون کو مت توڑو ورنہ اللہ تمہیں ایسا توڑے گا کہ تمہارے آنسو پونچھنے والا روئے زمین پر کوئی نہ ہوگا۔گناہ کرنے سے پہلے اس بات کو بار بار خوب سوچ لو۔

لہٰذا آج یہ ارادہ کرلو کہ جتنے گندے ارادے ہیں، جتنی گندی گندی عادتیں ہیں اگرچہ وہ دل کو نہایت پیاری ہوں، اولاد سے بھی زیادہ پیاری ہوں، زنا، بدنظری، خبیث حرکتیں، اگر یہ اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہوں تو اے اللہ! ہم سب گندے ارادوں کو آج سے قربان کرتے ہیں ؎

نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

اور اگر شیطان کہے کہ گناہوں میں بہت مزہ آتا ہے، اول تو گناہوں میں مزہ خبیثوں کو آتا ہے، کسی پاک روح کو، اللہ والوں کو نہیں آتا۔ جن لوگوں کو گناہوں میں مزہ آتا ہے یہ ان کے خبیث ہونے کی دلیل ہے۔ اس مزے کی تعریف مت کرو کہ بہت مزہ ہے، گناہوں میں جس کو مزہ آتا ہے یہ اس کے لئے سزا ہے، اس پر عذاب ہے۔ تو شیطان اگر مزے کا لالچ دے تو میرا یہ دوسرا شعر پڑھ دو ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

تو قربانی کے زمانے میں اسی خونِ تمنا کی مشق کرلیجیے، بُری خواہش پر عمل سے آپ کو کوئی مزہ نہیں آئے گا۔ میں مسجد میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے قسم کھاتا ہوں کہ واللہ! خدا کی نافرمانی میں چین نہیں ہے، اللہ کے کلام پر تو ایمان لانا فرض ہے ہی کہ ہر نافرمان کو میں تلخ زندگی دیتا ہوں، کیا قرآنِ پاک کی اس آیت وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا پر ایمان نہیں لاؤ گے؟ لہٰذا جو لوگ کسی گناہ میں مبتلا ہیں ان سے گذارش کرتا ہوں کہ جلد سے جلد جان کی بازی لگا کر اپنے نفس کو اعلان کردو کہ ہم تجھے ناراض کردیں گے مگر اللہ کو خوش کریں گے، کیونکہ اے نفس! تو نے مجھے پیدا نہیں کیا، ماں کے پیٹ میں تو نے مجھے آنکھیں نہیں دیں، تو میرا خالقِ حیات

نہیں ہے۔ یہی کہتا ہوں کہ جس نے حیات دی ہے اسی پر حیات برسادو۔

خوشی پر ان کی جینا اور مرنا ہی محبت ہے
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے

نفلی حج اور نفلی قربانی کرنے والوں کے لئے اہم مشورہ

ایک گناہ سے بچ کر دیکھو کیا مزہ آتا ہے، ہر سال حج وعمرہ کرتے ہو لیکن ایک بدنظری سے بچ جاؤ۔ فرض حج مستثنیٰ ہے، نفلی حج کرنے والوں سے کہتا ہوں کہ اے اللہ کے گھر جانے والو! گھر والے کو یہیں خوش کرلو تو کعبہ یہیں آجائے گا، ان شاء اللہ! اور اس زمانے میں تو اکابر علماء فرماتے ہیں کہ نفلی حج کے بجائے عمرہ کرلیا جائے، اہلِ فتاویٰ میں بڑی بڑی شخصیتوں کی رائے ہے کہ اب فرض حج کرنے والوں کو حج کرنے میں آسانی دو۔ نفلی حج کا پیسہ تم اللہ کے دین کے کسی کام میں خرچ کردو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتیں چھپوادو، پیارے نبی کی پیاری سنتیں، میرا ایک رسالہ ہے، یہی چھاپ کے تقسیم کردو۔ نفلی قربانی کا بھی یہی مسئلہ ہے، اس پر دو وجہ بیان کیں کہ نفلی قربانی سے آج کل جانور نہیں ملتے، اگر ملتے ہیں تو مہنگے ملتے ہیں، لہٰذا نفلی قربانی کی جگہ پر اگر کوئی دین کا کام کرلو، کسی مدرسہ کی تعمیر کرلو یا کوئی اور نیک کام کرلو، اسی کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچادو، ان شاء اللہ! سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی سنتوں کی اشاعت سے زیادہ خوش ہوجائیں گے۔

حج کے لئے اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اگر ایک لوٹا پانی ہے، فرض والے کا وضو نہیں ہے تو نفل پڑھنے کے لئے اس ایک لوٹا پانی کا استعمال جائز نہیں ہوگا، فرض والے کا حق زیادہ ہے کہ وہ وضو کرکے فرض ادا کرلے۔ رسالہ البینات میرے پاس موجود ہے، اس میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں کنکری مارنے کی جگہ پر رش، اور حرم میں قربانی کے جانور کی مہنگائی اور حج کے تمام ارکان میں اژدحام اتنا زیادہ ہوگیا ہے کہ نفل والوں کو چاہیے کہ

وہ عمرہ کرلیا کریں، فرض والے اور حجِ بدل والے حج کرلیں۔ دیکھو! دو جملہ یاد رکھنا۔ اگر کسی کو بہت حج کا شوق ہورہا ہے تو ایک راستہ یہ بھی ہے کہ ماں کے نام سے باپ کے نام سے حجِ بدل کرلو لیکن مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہی ہیں، بینات دیکھ لو کہ اس زمانے میں اژدحام بہت ہوگیا ہے، نفلی حج کی وجہ سے شیطان کو کنکری مارنے میں موتیں ہورہی ہیں، لہٰذا اب عمرہ کرلینا مناسب ہوگا بہتر ہوگا۔ لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آپ اہلِ فتاویٰ سے رجوع کرلیں، میں بحیثیت مفتی یہ بات نہیں بتارہا ہوں، میرا ادارہ دارالعشق والمحبۃ ہے۔ ہم عشق ومحبت کی باتوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اختؔر کو اپنے بڑے بڑے عاشقوں کے ساتھ ایک زمانہ عطا فرمایا لیکن مسائل کے معاملہ میں علمائے دین، اہلِ فتاویٰ کا غلام ہوں اور آپ کو بھی یہی سکھاتا ہوں کہ اہلِ فتاویٰ کی غلامی کیجئے۔ تصوف غلامِ شریعت ہے، شریعت اسٹرکچر ہے، تصوف رنگ وروغن ہے، شریعت سونا ہے تصوف سہاگہ ہے، جب سونا ہی نہیں ہوگا تو سہاگہ کہاں لگاؤ گے۔

تکبیراتِ تشریق کی اہم تعلیم

تو میں عرض کررہا تھا کہ اس قربانی کے زمانے میں آپ لوگ ارادہ کرلو کہ ہم اپنے اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ آپ بتاؤ! پیارا جملہ ہے یا نہیں؟ کہو کہ اے اللہ ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے، ہم آپ پر اپنی جان دے دیں گے، دل پر غم اٹھالیں گے، اپنی بُری خواہشوں کا خون کردیں گے لیکن اے خدا! آپ کو ایک لمحہ ناراض نہیں کریں گے۔ جیسے جانور کی قربانی جتنی زیادہ محبت کے ساتھ کوئی کرتا ہے تو ثواب زیادہ ملتا ہے، ایسے ہی اپنی محبوب مگر ناجائز خواہشات کی قربانی سے اللہ کا پیار ملے گا۔ قربانی سے سبق لو کہ جانور کی قربانی بیٹے کا بدل ہے، یہ جانور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ہے، لہٰذا اپنے لختِ جگر کو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کا اقدام کیا، آپ یہ ارادہ کرلو کہ

بہت مزیدار مزیدار، اولاد سے بھی زیادہ محبوب بُری خواہشوں کو ہم آج سے خیر باد کہتے ہیں اوران سے دست بردار ہوتے ہیں۔

یہ تکبیراتِ تشریق کی جورَٹ لگائی جارہی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا جھنڈا لہرایا ہے کہ اے میرے بندو! دنیا میں اس طرح جینا کہ جب تم کو اپنے نفس کی خواہش بڑی معلوم ہوتو تم کہو اللہ اکبر، ہماری خواہش کچھ نہیں، اللہ بڑا ہے، ہم اللہ کے غلام بن کر رہیں گے۔ اور جو تمہاری بُری خواہش ہے اس کو کہو لا الٰہ الا اللہ، ہماری کوئی تمنا نہیں ہے، ہماری تمنا یہ ہے کہ اللہ ہم سے خوش ہوجائے۔ ہمارا کوئی الٰہ نہیں ہے اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (سورۃ الجاثیۃ: آیۃ ۲۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس نالائق کو آپ نے دیکھا جو اپنی بُری خواہشات کو، گناہ کی خواہش کو الٰہ بنائے ہوئے ہے، معبود بنائے ہوئے ہے، خدا بنائے ہوئے ہے۔ پھر ظالم مجھے یاد بھی نہیں رکھتا کہ خدا کہاں ہے، کھڑا ہوا حسینوں کو دیکھتا رہتا ہے، جرمن کے ایئر پورٹ پر، لندن کے ایئر پورٹ پر، اور کراچی کا ایئر پورٹ بھی کم نہیں ہے۔ آپ بتاؤ! اس وقت اس کو خدا یاد آتا ہے؟ جس نے ہمیں پیدا کیا، جس نے ہمیں آنکھیں دیں اور آنکھ میں روشنی دی، جس ظالم کو حسینوں کے سامنے خدا یاد نہ آئے اس کا ایمان کیسا ہے؟ ہم آپ ہی سے پوچھتے ہیں، آپ خود فیصلہ کرلو کہ اس وقت یہ کس درجہ میں ہے؟

تو تکبیراتِ تشریق میں بھی یہی تعلیم ہے کہ یہ قربانی جو کررہے ہو، پیسہ جارہا ہے اور جانور بھی محبوب جارہا ہے۔ بعض لوگ سال سال بھر پال کر قربانی کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تو پیارا بیٹا چھری کے نیچے تھا، اس میں تعلیم ہے کہ بیٹے سے بڑی تمہاری خواہش نہیں ہے، بدنظری، عورتوں کو دیکھنا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے زیادہ پیاری تمہاری یہ خواہش نہیں ہے۔ یہ قربانی اسی سنتِ ابراہیمی کا بدل ہے، جب تمہارا جانور ہم قبول کررہے ہیں تو تم بھی اپنی

آنکھوں کی خواہش کو قربان کردو، نظر کو حسینوں سے ہٹالو، اور کہو لا الٰہ الا اللہ، ہم اپنی سب بُری خواہشوں کو قتل کرتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر مرادت را مذاق شکر است	نامرادی ہم مراد دلبر است

کہ اے دنیا والو! اگر تمہاری خواہش میں، تمہاری مراد اور آرزو میں شکر کا مزہ ہے، بہت میٹھی آرزو ہے، لیکن اگر اللہ نہ پوری کرے تو سمجھ لو کہ یہ مراد کا پورا نہ ہونا یہ اللہ کی مراد ہے۔ بتاؤ! غلام کی مراد بہتر ہے یا مالک کی مراد بہتر ہے؟ تسلیم میں کیا مزہ ہے! آج قربانی کا واقعہ اسی تسلیم و رضا کا ایک نقشہ اللہ نے دنیا میں دکھا دیا۔

نارِ نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝﴾

(سورۃ الانبیآء: آیۃ ۶۹)

کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی پیغمبرانہ نصیحت کو قبول نہیں کیا بلکہ آگ میں ڈال دیا تو ہم نے اس آگ کو حکم دیا کہ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ جب آگ میں ڈالے گئے تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر پوچھا:

((ثُمَّ رَمَوْا بِهٖ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا اِبْرٰهِيْمُ اَلَكَ حَاجَةٌ قَالَ اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاسْأَلْ رَبَّكَ فَقَالَ حَسْبِيْ مِنْ سُؤَالِيْ عِلْمُهٗ بِحَالِيْ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الانبیاء: ج ۱۷ ص ۹۰)

((اِنَّهٗ عَرَضَ لَهٗ جِبْرِيْلُ وَهُوَ فِي الْهَوَاءِ فَقَالَ اَلَكَ حَاجَةٌ فَقَالَ اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا وَاَمَّا مِنَ اللهِ فَبَلٰى))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ)؛ سورۃ الانبیاء، ج ۴ ص ۳۷۳)

اے ابراہیم! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، تو کیا جواب دیا؟ آہ! یہ

دیکھو پیغمبر کا ایمان وتوحید! ارشاد فرمایا، اے جبرئیل! تم میری مدد کے لئے آئے ہو، کیا خدا نے آپ کو بھیجا ہے یا اپنی طبیعت سے آئے ہو؟ کہا میں اپنی طبیعت سے آیا ہوں، فرمایا کہ مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے، میرے لئے اللہ کافی ہے۔ جب اللہ کی کفایت کا یہ جواب دیا، اتنے عظیم الشان فرشتے کی مدد سے بے نیازی ظاہر کی اور اللہ پر نظر رکھی تو فوراً اللہ کا حکم آگ کو ہوا، جو خالقِ نار ہے، خالق نے اپنی مخلوق آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا، مگر کتنی ٹھنڈی ہو جا؟ اتنی ٹھنڈی نہ ہو جا کہ برف ہو جا۔ برف سے بھی تکلیف ہوتی ہے، کسی کو برف میں ڈال دو تو تکلیف ہوگی یا نہیں؟ فرمایا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا مگر سلامتی سے:

((اَیْ کُوْنِیْ ذَاتَ بَرْدٍ وَّسَلٰمٍ اَیْ اَبْرِدِیْ بَرْدًا غَیْرَ ضَارٍّ وَّلِذَا قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ فِیْمَا اَخْرَجَهٗ عِنْدَ اَحْمَدَ وَغَیْرِهٖ لَوْ لَمْ یَقُلْ سُبْحَانَهٗ وَسَلَامًا لَّقَتَلَهٗ بَرْدُهَا وَمَکَثَ فِیْهَا اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ خَمْسِیْنَ یَوْمًا))

(روح المعانی:(رشیدیہ)،سورۃ الانبیاء: ج ۱۷ص ۹۰)

ایسی تیز ٹھنڈی نہ ہو کہ میرے پیغمبر کو، میرے محبوب کو، میرے خلیل کو تکلیف ہونے لگے۔ روایات میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہونے کا آگ کو حکم نہ دیتے، صرف ٹھنڈی ہونے کا فرما دیتے تو وہ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ اس کی ٹھنڈک آپ کو ختم کر دیتی۔ اس آگ میں آپ چالیس یا پچاس دن تک رہے لیکن اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ظالم قوم ایمان نہیں لائی۔

مشیتِ الٰہی کے بغیر ابو طالب کو بھی ایمان نصیب نہ ہوا

جب خدا ہدایت نہ دے تو بڑے سے بڑے ولی اللہ کی صحبت فائدہ نہیں دیتی۔ اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مشائخ کی، اہل اللہ کی صحبت عطا کی ہے، ان کو اپنے اللہ پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ اے خدا! اسبابِ ہدایت میں نے

اختیار کر لئے مگر ہدایت آپ کے قبضہ میں ہے، اگر آپ نے ہمیں ہدایت نہ دی تو کامل سے کامل شیخ کی صحبت ہوتے ہوئے بھی میں ولی اللہ نہیں ہوسکتا، نفس کا غلام رہوں گا، نفس کی غلامی سے نہیں نکل سکتا۔ اس لئے جو شخص اہل اللہ کی صحبت میں رہے، وہ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دو دو رکعات پڑھ کر دعا بھی مانگتا رہے کہ ہمارا کام اسباب اختیار کرنا ہے، ہدایت آپ کے قبضہ میں ہے۔ اولیاء اللہ ہدایت کے اسباب ہیں، ہدایت اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں رکھی ہے، جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمادیا گیا کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (سورۃ القصص: آیۃ ۵۶) اے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے قبضہ میں ہدایت نہیں ہے، آپ اپنے چچا کے لئے جو رو رو کے گڑگڑا رہے ہیں، ان کو ایمان دینا میری مشیت نہیں ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواجہ ابوطالب اپنے چچا کی موت کے وقت فرمایا:

((اَیْ عَمِّ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ بِهَا لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ))

(فتح الباری: (دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)، ج ۸ ص ۱۶۵)

اے چچا! تمہارے احسانات مجھ پر بہت ہیں، اگر قوم سے شرم آتی ہے تو میرے کان میں ہی کلمہ پڑھ دو، میں تمہاری قیامت کے دن شہادت دوں گا کہ میرا چچا مسلمان مرا تھا، لیکن ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے! لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِیْ قُرَیْشٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا حَمَلَهٗ عَلَیْهِ اِلَّا جَزَعُ الْمَوْتِ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَیْنَكَ میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا مگر لوگ کہیں گے کہ ابو طالب نے عذاب کے ڈر سے اپنا دین چھوڑ دیا، میں جہنم میں جانا پسند کرتا ہوں لیکن رسوائی پسند نہیں کرتا کہ کل کو قومِ قریش کہے کہ اپنے بھتیجے کے کہنے پر اور جہنم سے ڈر کے اس نے اسلام قبول کرلیا، غرض آخری کلمہ ان کی زبان سے یہ نکلا عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں۔ (فتح الباری: ج ۸ ص ۱۶۶) یہ تکبر، یہ بڑائی اتنی خطرناک بیماری ہے کہ آہ! پیغمبر کی زبانِ بلاغت وفصاحت اور پیغمبر کی

زبانِ نبوت کے باوجود ہدایت نہیں ہوئی۔

اس لئے عرض کرتا ہوں کہ بزرگوں کے سہارے پر، شیخ کی شفقتوں کے سہارے پر، اس کی لطف وعنایت اور اپنے دسترخوان پر کچھ کھلائے پلائے اس سہارے پر، گناہوں کی جرأت مت کرو۔ نفس کی غلامی سے جب تک نہیں نکلو گے شیخ کی غلامی کام نہیں آئے گی۔ ولی اللہ وہ بنتا ہے جو نفس کی غلامی سے نکل جائے، پھر شیخ کے فیض سے لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ صحبتِ شیخ تو بس ایک سبب ہے، جیسے میاں بیوی کی صحبت سے اولاد ہوتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کیا اولاد ملتی ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو۔

حجت تام ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ایمان نہ لائی تو آپ نے اس قوم ہی کو چھوڑ دیا کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ظالم ایمان نہ لائے اور اعلان کیا:

﴿وَقَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ○﴾

(سورۃ الصافات: آیات ۹۹ تا ۱۰۲)

اے اللہ! میں اس سرکش قوم کو چھوڑتا ہوں، میں دوسری طرف ہجرت کرتا ہوں جہاں آپ کی مرضی اور آپ کی مشیت ہو، لہٰذا ملکِ شام ہجرت کر لی:

((وَالۡمُرَادُ بِذٰلِكَ الۡمَكَانِ الشَّامُ وَقِیۡلَ مِصۡرُ وَكَانَ الۡمُرَادُ اِظۡهَارَ الۡیَأۡسِ مِنۡ اِیۡمَانِهِمۡ وَ كَرَاهَةَ الۡبَقَاءِ مَعَهُمۡ اَیۡ اِنِّیۡ مُفَارِقُكُمۡ وَمُهَاجِرٌ مِّنۡكُمۡ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ اِلٰی مَا فِیۡهِ صَلَاحُ دِیۡنِیۡ اَوۡ اِلٰی مَقۡصَدِیۡ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۶۸)

معلوم ہوا کہ جب کسی علاقہ میں کسی کو فائدہ نہ ہوتو پیروں کو بھی، علمائے ربانیین کو بھی چاہیے کہ وہاں سے ہجرت کرکے وہ منڈی تلاش کریں جہاں اس کی نصیحت اور عشق ومحبت کے سودے کے خریدار موجود ہوں۔ جب میں یہاں سے بنگلہ دیش، حیدرآباد اور میر پور خاص جانے لگا تو شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ یہ کراچی والوں پر محنت کیوں نہیں کرتے؟ کراچی چھوڑ چھوڑ کر کیوں جاتے ہیں؟ تو حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ دیکھو بھئی! تاجر کے مال کی جہاں منڈی ہوتی ہے اور مال زیادہ بِکتا ہے تاجر وہیں چلا جاتا ہے، اختر کا مال وہاں زیادہ بِکتا ہے، اس لئے کراچی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ لیکن اب کراچی میں بھی مال بِکنے لگا، آپ لوگ سب بیٹھے ہیں، یہ مال، یہ سودا میرا چل رہا ہے ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اہلیہ اور بیٹے کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنا

تو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی ان کی اس دعا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے صدقہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے تھے، مفسرین لکھتے ہیں کہ جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال تھی، چھیاسی سمجھ گئے یا 86 کہوں:

((فَبَشَّرَهُ اللهُ تَعَالٰى بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ وَّهُوَ اِسْمٰعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ عَلٰى رَأْسِ سِتٍّ وَّثَمَانِيْنَ سَنَةً مِّنْ عُمُرِ الْخَلِيْلِ))

(البداية والنهاية: (دار احياء التراث)؛ ج ا ص ۱۸۱)

آج بھی جس کو اولاد نہ ہوتی ہو یہی آیت زیادہ پڑھے رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بچہ دیا جس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا، جو بڑا ہی برداشت والا ہے۔ ملکِ شام سے پھر حکم ہوا کہ اب ہجرت کیجئے، اپنی بیوی کو اور بچے اسماعیل علیہ السلام کو لے کر حجازِ مقدس چلے جایئے:

((ثُمَّ رَجَعَ اِبْرٰهِیْمُ اِلَی الشَّامِ وَمَعَهٗ هَاجَرُ ثُمَّ اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یَّنْقُلَهَا وَوَلَدَهَا اِسْمٰعِیْلَ اِلٰی مَکَّۃَ فَنَقَلَهُمَا وَدَعَا هُنَالِكَ فَقَالَ: رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ...الخ))

(روح المعانی:(رشیدیه)؛سورۃالانعام: ج۷ص ۲۵۴)

مکہ شریف کے لق ودق پہاڑوں میں صفا مروہ کے درمیان ان کو چھوڑ کر شام واپس چلے جایئے۔ اللہ اکبر! چھوٹا دودھ پیتا بچہ اور اہلیہ کو ایسے جنگل، لق ودق میدان میں چھوڑ دیجئے جہاں اس زمانے میں بھیڑیئے بھی بہت تھے۔ مائی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے ابراہیم! مجھے اور اس بچہ کو تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو، کیا خدا کے حکم سے جا رہے ہو؟ فرمایا ہاں! میں اللہ کے حکم سے جا رہا ہوں:

((وَلَیْسَ بِمَکَّۃَ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَیْسَ بِهَا مَاءٌ وَّوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِیْهِ تَمْرٌ وَّسِقَاءً فِیْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰی مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ هَاجَرُ فَقَالَتْ یَا اِبْرٰهِیْمُ اَیْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُکُنَا بِهٰذَا الْوَادِی الَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ اَنِیْسٌ وَّلَا شَیْءٌ قَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا))

(روح المعانی:(رشیدیه)؛سورۃ ابراهیم: ج۱۳ص ۲۹۷)

مائی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس پر کیا عجیب جواب دیا، ان عورتوں کا ایمان بھی کیسا تھا! وہ صحابیہ تھیں، پیغمبر کی بیوی جو ایمان لائے تو کیا صحابیہ نہیں ہے؟ ان کا ایمان دیکھو کہ فرمایا پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، جب آپ وحیٔ الٰہی سے جا رہے ہیں تو خدا ہماری حفاظت اور پرورش کے لئے کافی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اور اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ

پھر جب اسماعیل علیہ السلام تیرہ سال کے ہو گئے، اور بعض روایات میں ہے کہ جب بالغ ہو گئے اور اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے لگے:

((اِنَّ اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ شَبَّ حَتّٰی بَلَغَ سَعْیُهٗ سَعْیَ اِبْرٰهِیْمَ قِیْلَ کَانَ سِنُّهٗ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً وَّقِیْلَ سَبْعَ سِنِیْنَ))

(تفسیر المظھری:(رشیدیہ)؛سورۃ الصافات: ج ۶ ص ۱۰۱)

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین رات مسلسل خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کررہا ہوں تو بلا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی بڑھاپے کی اولاد اور ایک ہی بیٹا، اس وقت تک حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے، اکلوتی اولاد ہو اور وہ تیرہ سال کی ہوجائے، کوئی اور اولاد بھی نہ ہو، اس سے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کررہا ہوں، تمہارا کیا مشورہ ہے؟ چونکہ نبیوں کا خواب بھی وحی ہوتا ہے لہٰذا اپنے بیٹے سے مشورہ لیا۔ مشورہ اس لئے نہیں لیا کہ اللہ کی وحی کے خلاف چلیں گے، اس لئے مشورہ لیا کہ ذرا بیٹے کو دیکھیں کہ اس کا ایمان کیسا ہے؟ اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے ابّا جان! یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ جو اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اس پر عمل کرلیجیے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ تیرہ سال کے اس بچے کو کیا اللہ نے علم عطا فرمایا کہ پیغمبر کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، ورنہ شبہ کرتے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں، کوئی فرشتہ تو وحی نہیں لایا ہے، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چونکہ آئندہ نبوت ملنے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا کہ تمہارے باپ پیغمبر ہیں، پیغمبر کا خواب وحیِ الٰہی کا درجہ رکھتا ہے۔ اور یہ بھی اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اے میرے ابّا جان! آپ فوراً اس حکم پر، حکمِ الٰہی پر عمل کیجیے، آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں:

((وَفِیْ قَوْلِهٖ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ دُوْنَ صَابِرًا وَّاِنْ کَانَتْ رُؤُوْسُ الْاٰیِ تَقْتَضِیْ ذٰلِكَ مِنَ التَّوَاضُعِ مَا فِیْهِ))

(روح المعانی:(رشیدیہ)؛سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۷۲)

کہ ان کا یہ جواب نہایت تواضع کا ہے، اس میں انتہائی بندگی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ مجھے صابر پائیں گے، یہ عرض کیا کہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے، یعنی دنیا میں دوسرے لوگوں نے بھی صبر کیا ہے، ان میں ایک ادنیٰ مَیں بھی شامل ہو جاؤں گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جواب میں دعویٰ نہیں کیا، اکڑ نہیں دکھائی کہ میں بڑا صبر کرنے والا ہوں، نہیں، بلکہ عرض کیا کہ مجھ جیسے کتنے صبر کرنے والے اللہ کے پیارے گزرے ہیں، ان میں مَیں بھی شامل ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھری کے نیچے پیتل کا ٹکڑا آجانا

اب دیکھئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں چھری ہے، بیٹے کو چہرہ زمین کی طرف کر کے لٹا رکھا ہے، اس کی گردن پر پھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بچا رہے ہیں، چہرہ نیچے کیوں رکھا؟ یہ مشورہ بھی اسماعیل علیہ السلام کا تھا:

((أَخْرَجَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ أَنَّ إِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِأَبِيْهِ لَا تَذْبَحْنِيْ وَأَنْتَ تَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِيْ عَسٰى أَنْ تَرْحَمَنِيْ فَلَا تُجْهِزْ عَلَيَّ ارْبِطْ يَدِيْ إِلٰى رَقَبَتِيْ ثُمَّ ضَعْ وَجْهِيْ لِلْأَرْضِ فَفَعَلَ فَكَانَ مَا كَانَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۷۲)

کہ ابّا جان! میرے چہرے کی طرف چھری نہ رکھئے، آپ کو کہیں پیار نہ آجائے۔ اس کے بعد مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھری اور گردن کے درمیان کوئی پیتل کی چیز رکھ دی:

((إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ إِلَيْهِ بِالشَّفْرَةِ فَبَرَكَ عَلَيْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا بَيْنَ لَبَّتِهٖ إِلٰى مَنْحَرِهٖ نُحَاسًا لَّا تُؤَثِّرُ فِيْهِ الشَّفْرَةُ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۷۴)

پیتل کا چھوٹا سا ٹکڑا جیسا کچھ رکھ دیا، جس سے کوشش کے باوجود ذبح

نہیں ہو رہا تھا۔فوراً آواز آئی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا،تم پاس ہو گئے ۔لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سر اُٹھا کر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام ایک دنبہ موٹا تازہ لئے کھڑے تھے۔اس پر ایک قصہ یاد آیا۔تین جانور جا رہے تھے، ایک دنبہ،ایک بیل،ایک اونٹ،اور تینوں بھوکے تھے۔کسی کھیت میں کسان اپنا جو گٹھڑ فصل کاٹ کر گھر لے جا رہا تھا،اسے پتا نہیں چلا اور ایک گٹھڑ گر گیا۔اس گٹھڑ میں اتنا چارہ تھا کہ ایک جانور کی خوراک ہو سکتا تھا تو تینوں کی مجلسِ شوریٰ ہوئی، کارنر میٹنگ ہوئی کہ اس کو ہم میں سے ایک ہی کھا سکتا ہے،دنبہ کھالے، یا بیل یا اونٹ ۔اگر تینوں تھوڑا تھوڑا کھاتے ہیں تو کسی کا پیٹ نہیں بھرے گا لہٰذا ہم تینوں میں سے ایک کھالے۔فیصلہ یہ ہوا کہ وہ کھائے جس کی عمر زیادہ ہو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ فیصلہ ہوا تو ہر ایک نے اپنی عمر بتائی،دنبے نے کہا کہ میں اس نسل سے ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمان سے آیا تھا جب وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو اللہ نے دنبہ بھیجا تھا،میں اس نسل سے ہوں،میرا خاندانی اور نسبی تعلق وہاں سے جُڑتا ہے یعنی اس نے انتہائی (Seniority) دکھلائی،کیونکہ جسم کے لحاظ سے وہ (Juniority) تھا،بیل سے بھی چھوٹا اور اونٹ سے تو بہت چھوٹا۔اس نے سوچا کہ جسم تو میرا چھوٹا ہے،کم از کم عمر کے لحاظ سے اپنی سینیارٹی ظاہر کر دوں۔اب بیل نے سوچا کہ یہ تو بہت دور جا پہنچا،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچ گیا، اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے جو دو بیل جنت سے آئے تھے،جس سے انہوں نے کھیتی باڑی شروع کی تھی،میرا خاندانی تعلق ان بیلوں سے ہے۔

اب بتاؤ! حضرت آدم علیہ السلام سے تو پہلے دنیا ہی نہیں تھی،کوئی جاندار نہیں تھا، اس کی سینیارٹی کو کیسے کوئی پا سکتا ہے؟ جب اونٹ نے دیکھا کہ ایک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اپنے خاندان کو لے گیا،دوسرے نے اپنا سلسلۂ نسب حضرت

آدم علیہ السلام کے زمانے سے ملا دیا، اب میں کیا کروں؟ اس نے جلدی سے وہ چارے کا گٹھڑ منہ میں لے کر اوپر اٹھالیا، ان دونوں کی پہنچ سے دور کر دیا کیونکہ اس کا منہ بہت اونچا ہوتا ہے۔ اب دنبہ اور بیل دونوں غور سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا بات ہے؟ کارنر میٹنگ میں جو پاس ہوا تھا یہ اس کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ کہا کہ اے اونٹ بھائی! آپ اپنی سینیارٹی ظاہر کیجئے تو اونٹ نے کہا کہ مجھے اپنی سینیارٹی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میری قد و قامت کو آپ لوگ غور سے دیکھئے تو خود ہی سمجھ جائیں گے کہ میں کتنا پرانا ہوں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا دنبہ اتنا چھوٹا سا ہے، بیل اس سے بڑا ہے کیونکہ اس کی عمر زیادہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کا ہے تو میں تو بیل سے بھی دو تین گنا بڑا ہوں، میری عمر کو تم مت پوچھو، بس خود ہی اندازہ لگا لو۔

واقعۂ قربانی پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

خیر! یہ تو لطیفہ کی بات تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ میرے پیغمبر نے اپنا حقِ محبت ادا کر دیا تو چھری کو وہیں روک دیا۔ اللہ تعالیٰ کا امتحان تھا، ذبح کرانا مقصد نہیں تھا، امتحان لینا چاہتے تھے، ابراہیم علیہ السلام امتحان میں پاس ہو گئے۔ جب کوئی پاس ہو جاتا ہے پھر محنت سے نجات دے دی جاتی ہے۔ امتحان محنت سے بنا ہے، محنت کا مادّہ جب بابِ افتعال میں گیا تو امتحان بن گیا۔ جب پاس ہو گئے تو فوراً آسمان سے دنبہ آ گیا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے چھری کو روک دیا تو آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچا کر دیا:

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○﴾

(سورۃ الصافات: آیۃ ۱۰۴ تا ۱۰۷)

اے ابراہیم! تم عظیم الشان امتحان میں پاس ہو گئے، بلائے مبین فرمایا،

معمولی امتحان نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس امتحان پر میرا ایک قطعہ سن لیجیے جس میں مَیں نے اس وقت کا نقشہ کھینچا ہے جب آہ! وہ اللہ کے راستہ میں، خدائے تعالیٰ کی محبت میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ رہے تھے۔ بہت پرانے اشعار ہیں، میری عمر بمشکل پچیس تیس برس رہی ہوگی اور میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ علیگڑھ حاضر تھا، ۱۹۵۸ء میں نواب چھتاری کے یہاں قیام تھا، وہاں علیگڑھ میں نوابوں کے محلات دیکھ کر میری ایک نظم اللہ تعالیٰ نے موزوں کرادی، اسی نظم کے یہ کچھ اشعار ہیں۔ غور سے سنئے! یہ میرے دردِ دل کی آواز ہے، یہ واقعہ جو ابھی آپ نے سنا اس کو اختر نے اشعار میں ترجمہ کیا ہے ؂

یہ ہے عشق میں امتحاں کس بشر کا
بنائے ذبیحہ جو اپنے پسر کا
پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا

معجزہ دکھایا جارہا ہے کہ میرا پیغمبر ابراہیم کا دل وجگر تو دیکھو کہ میرے عشق میں کیا عمل کر رہا ہے ؂

پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا
پسر سے ہے اعجاز تسلیمِ سر کا
ترے عشق میں کیا گوارہ نہیں ہے
ترے سامنے کچھ ہمارا نہیں ہے

اللہ کے سامنے جان مال آبرو کی قیمت لگانے والا مومنِ کامل نہیں ہوسکتا۔

حج کے تمام مناسک وحیٔ الٰہی سے مقرر شدہ ہیں

یہ دنبہ جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اسی حکم سے آج ہم لوگوں پر قربانی فرض ہورہی ہے، یہ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا بدل ہے،

اس قربانی کو معمولی مت سمجھو۔ حج کے تمام مناسک وحیٔ الٰہی سے مقرر شدہ ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبیحہ، مائی ہاجرہ کی صفا مروہ کی دوڑ، اور تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیطان نے بہکانا چاہا:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتَی الْجَمْرَۃَ فَانْتَفَخَ حَتّٰی سَدَّ الْوَادِیَ وَمَعَ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكٌ فَقَالَ لَهٗ ارْمِ یَا اِبْرٰهِیْمُ فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُّکَبِّرُ فِیْ اَثَرِ کُلِّ حَصَاۃٍ فَاَفْرَجَ لَهٗ عَنِ الطَّرِیْقِ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰی اَتَی الْجَمْرَۃَ الثَّانِیَۃَ فَسَدَّ الْوَادِیَ اَیْضًا فَقَالَ الْمَلَكُ ارْمِ یَا اِبْرٰهِیْمُ فَرَمٰی کَمَا فِی الْاُوْلٰی وَهٰکَذَا فِی الثَّالِثَۃِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۷۵)

سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر کہا کہ تیرا شوہر تیرے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے اسے یہ حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرے رب نے حکم دیا ہے تو اس کی اطاعت سے بہتر کوئی بات نہیں۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کان میں آکر کہا کہ تیرا ابّا تجھے ذبح کرنے لے جا رہا ہے، (تفسیر مظہری: (رشیدیہ)؛ ج ۶ ص ۱۰۳) انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے وحیٔ الٰہی سے اسے سات کنکریاں ماریں، شیطان وہیں دفن ہو گیا، پھر دوسری جگہ، پھر تیسری جگہ ایسا ہی کیا۔ حج میں تین شیطان کو جو کنکری ماری جاتی ہے وہ یہی تین شیطان ہیں۔ تینوں کو آج بھی حاجی کو پٹائی کرنی ہوتی ہے، اور چھوٹی کنکری چنے کے برابر، چنے سے کچھ بڑی لینا سنت ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ چھوٹی کنکری مارنے سے کیا ہو گا؟ شیطان ہمارا اتنا بڑا دشمن ہے تو اسے بڑے بڑے پتھر مارنے چاہئیں۔ نہیں، یہ ظالم سنت کی عظمت سے بے خبر ہیں، ایسے لوگوں کو اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں کیتلی لئے ہوئے ہے اور دوسرے میں جوتے سے شیطان کی

پٹائی کررہا ہے۔شاید چائے کا عاشق تھا، ایک ہاتھ میں کیتلی لئے شیطان کے اوپر چڑھا ہوا اور اپنی پرانی پشاوری چپل سے دھنا دھن شیطان کو پیٹ رہا ہے، وہاں عرب پولیس والے ہنس رہے ہیں کہ کہاں سے بیوقوف آ گئے۔تو شیطان کو اسی چھوٹی کنکری سے تکلیف ہوتی ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

قربانی کا جانور خوش دلی کے ساتھ خریدنا چاہیے

اب یہاں پر اختر ایک فریاد کرتا ہے، ایک فریاد میری سن لیجیے! جو اہم سبق ہے قربانی کا۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سال بھر گائے کو پالتے تھے اور اس کو اپنے ساتھ درسگاہ تک لے جاتے تھے، بخاری شریف پڑھانے کے لئے ساتھ ساتھ جاتی تھی، وہ گائے ایسی ہل جاتی تھی، پل جاتی تھی، عاشق ہوتی تھی کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔سال بھر خوب کھلاتے پلاتے، موٹی تازی کرتے، اور اتنی محبت دونوں میں ہو جاتی کہ جب تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ درسِ بخاری دیتے تھے تو گائے باہر بیٹھی رہتی تھی، مجال نہیں کہ حضرت کو چھوڑ کر کہیں چلی جائے۔جب درس ختم ہوتا اور آپ گھر کی طرف روانہ ہوتے تو وہ گائے بھی ساتھ ساتھ گھر جاتی۔لیکن آہ! جب ذبح کرتے تھے تو بہت روتے تھے، اتنی محبت ہو جاتی تھی کہ کم سے کم بیٹا تو نہیں مگر اولاد جیسی محبت ہو جاتی تھی۔آج کل ہمارا کیا حال ہے، مریل سے مریل گائے دیکھتے ہیں جو سستی مل جائے حالانکہ روپیہ بہت ہے مگر وہ روپیہ شادی بیاہ میں اُڑانے کے لئے ہے، شادی ہالوں کا بِل ادا کرنے کے لئے ہے مگر گائے کیسی لیں گے! دیکھ لو اس کو۔لہٰذا اپنی حیثیت کے مطابق موٹے تازے اور قیمتی جانور کی قربانی کرنی چاہیے:

((عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّیَ بِاَسْمَنِ مَا نَجِدُ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، کتاب الحج والعمرۃ، ج ۵ ص ۸۸، رقم ۱۲۶۸۳)

(ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے موٹے

صحتمند جانور کی قربانی کا حکم فرمایا) البتہ کسی قسم کے نام ونمود اور ریا کی آمیزش ہوئی تو سب عبادت نامقبول ہونے کا خطرہ ہے۔

چند اہم مسائلِ قربانی

اب چند مسائل قربانی کے عرض کرتا ہوں، میں قربانی کے وہ مسائل بتاؤں گا جو آپ عام کتابوں میں آسانی سے تلاش نہیں کر پائیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ قربانی کے مسائل کسی کتاب سے یا بہشتی زیور میں پڑھ لیں۔

۱۔ پہلا مسئلہ تو تکبیراتِ تشریق کا بتانا ہے کہ ۹ تاریخ کی فجر سے ۱۳ کی عصر تک یہ تکبیرات مرد، عورت دونوں پر واجب ہیں، اسی طرح مسافر اور مقیم پر، جماعت سے نماز پڑھنے والے اور اکیلے نماز پڑھنے والے سب پر واجب ہیں، مفتیٰ بہ قول یہی ہے:

((اِنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ....الخ))

(مرقاة المفاتيح:(رشيديه)،باب الوقوف بعرفة: ج ۵ ص ۵۰۹)

تکبیرات یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

مرد بآواز بلند پڑھے گا اور خواتین آہستہ سے پڑھیں گی، اور یہ تکبیرات ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھی جائیں گی تین مرتبہ نہیں جیسا کہ عام رواج ہو گیا ہے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۷۵)۔ ان تکبیرات کا سب اہتمام کریں، مسجد میں جیسے ہی امام سلام پھیرے تو فوراً کہو: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ خواتین کو بھی بتا دینا کہ نمازوں کے بعد وہ بھی تکبیرات کا اہتمام کریں، وہ بھی اپنی یادداشت کے لئے کہیں لکھ کر رکھ لیں، ایسا نہ ہو کہ بھول جائیں۔

۲۔ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقد رقم ہو

تو اس پر قربانی واجب ہے۔ آج کل (۱۹۹۳ء) ساٹھ روپے تولہ چاندی ہے، تو اس وقت جس کے پاس صرف ساڑھے تین ہزار روپیہ بھی ہوگا، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بتا رہا ہوں، تو وہ قربانی کے لئے صاحبِ نصاب ہوجائے گا۔ زیادہ لمبا چوڑا قربانی کا نصاب نہیں ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جن کے پاس دس دس ہزار روپیہ جمع ہے مگر قربانی نہیں کرتے۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مال پر سال نہیں گذرا، تو مسئلہ سن لو کہ قربانی واجب ہونے کے لئے مال پر سال گذرنا لازم نہیں ہے۔ اگر ایامِ قربانی میں کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت جتنا مال آگیا تو سمجھ لو کہ اس پر قربانی واجب ہوجائے گی۔ آج ہی ایک صاحب جو سائنس سے ایم ایس سی کئے ہوئے ہیں، میرے دوست نے ان سے پوچھا کہ کیا مجھ پر قربانی واجب ہے؟ پوچھنے والا بھی کوالیفائیڈ ہے، دونوں کوالیفائیڈ ہیں، تو وہ صاحب کہتے ہیں کہ ابھی تو آپ کے مال پر سال نہیں گذرا ہوگا؟ انہوں نے کہا نہیں سال تو نہیں ہوا، کہا پھر آپ پر قربانی واجب نہیں۔ اس نے آکر مجھ سے پوچھا، میں نے کہا اپنے M.Sc. دوست سے کہہ دو کہ ذرا فتویٰ دینے کی کرسی پر ابھی نہ بیٹھے، کیونکہ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی نہیں ہے، اس لئے جلدی نہیں ملے گا۔ یہ مفتی اعظم پاکستان نے مسئلہ لکھا کہ تیسرے دن غروبِ شمس سے پہلے پہلے کسی کو اتنا مال مل جائے کہ وہ صاحبِ نصاب ہوجائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، سال گذرنا لازم نہیں۔

۴۔ ایک قربانی میں کئی لوگ حصہ دار ہیں تو قربانی کے گوشت کو صحیح وزن سے تقسیم کرنا ہوگا، اگر ذرا بھی فرق ہوگیا، اندازے سے دے دیا تو سود ہو جائے گا، حرام ہوگا۔ اگر سات حصے ہیں تو ترازو سے صحیح صحیح تول کر وزن کیا جائے، بکرے والے مستثنیٰ ہیں، وہ تو اپنا بکرا اکیلا ہی لے لے گا، لیکن بکرے والے کو بھی بہتر یہی ہے کہ رشتہ داروں میں بھی تقسیم کرے، غریبوں کو بھی دے دے، ایک

حصہ فِرج میں بھر لے۔ سارا بکرا اگر ڈیپ فریزر میں رکھ لیا، اور کہا اچھا ہوا کہ قربانی کرنے سے بکرے کا عمدہ گوشت مہینہ بھر کھاؤں گا، یہ کیا قربانی ہے؟ یہ قربانی کھانے پینے والی ہے۔ گوشت کے تین حصہ کرلو، ایک حصہ اپنے لئے، ایک غریبوں کے لئے اور ایک حصہ خاندان میں تقسیم کردو، عقیقہ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔

۵۔ اب وزن کرنے کے لئے ایک نکتہ بتاتا ہوں جس سے آپ کا کام آسان ہو جائے گا، کیونکہ بعض وقت تراز و وغیرہ تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے، اتنی بھیڑ بھاڑ میں تولنے کا کہاں موقع ہوتا ہے، ہر آدمی عید کے دن کلیجی اور گوشت کھانے کے لئے بھوکا رہتا ہے، اور سب اپنے ہی دوست ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھئی اندازے سے تقسیم کرلو، تو اندازے سے تقسیم کرنے کا ایک نسخہ بتاتا ہوں ورنہ حرام ہوگا، سود کا گناہ ملے گا۔ وہ نسخہ یہ ہے کہ گوشت کو ۷ حصوں میں بغیر تولے اندازے سے تقسیم کرلو، اس کے بعد سری (سر) اور پایا ان ساتوں حصوں میں تقسیم کردو۔ پایا سمجھ گئے؟ ایک دیہاتی نے پایا پکایا اور دوسرے دیہاتی سے کہا کہ لات کھاؤ گے؟ پائے کو لات کہا، پایا تو جانور کی لات ہی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میاں! تم کیسے بدتمیز آدمی ہو، پھر جب اس کو پایا پیش کیا تو اس نے کہا کہ بھئی! یہ تو روزانہ کھلایا کرو، یہ لات تو مجھے بہت پسند آئی۔

تو سات حصے والے جانور میں قربانی کے گوشت کو تولنے کے مسئلہ میں بڑے مفتی حضرات نے یہ ترکیب بتادی کہ آپ کو تولنے سے نجات مل جائے۔ وہ ترکیب سن لو، پھر مجھے جزاک اللہ کہنا۔ گوشت کے سات حصے اندازے سے رکھ دو، پھر ہر ایک حصہ میں چاروں پیر کاٹ کاٹ کر کچھ کچھ رکھ دو، پھر مغز اور کلیجی کو ساتوں حصوں میں رکھ دو۔ اس طرح کرنے سے جنس بدل گئی، پایا گوشت کی جنس نہیں ہے لہٰذا اب اندازے سے بغیر تولے ہوئے تقسیم کرلینا بھی جائز ہے۔ پہلے جتنا ہو سکے اندازہ کرلو مگر اب تولنا واجب نہیں رہا۔ بتاؤ! علماء حضرات کی

زندگی کتنی قیمتی ہے، کتنا آسان ہو گیا، ہمارے یہاں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

۶۔ نابالغ بچے اگر مال دار نہیں ہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں مگر ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر نابالغ اولاد صاحبِ مال بھی ہے، اس کو دادا دادی، نانا نانی سے کوئی مال مل گیا، کوئی ترکہ مل گیا تو اس کی طرف سے قربانی اس پر واجب نہیں اور ماں باپ کے لئے بھی جائز نہیں کہ نابالغ کے مال سے قربانی کر دیں کیونکہ نابالغ اپنی اجازت کا مختار نہیں ہوتا۔ اسی لئے علماء نے سکھایا کہ اپنے نابالغ بچوں کا جب کپڑا سلواؤ تو ان کو مالک مت بناؤ، ان کو اجازت دے دو کہ مالک تو میں ہوں مگر تم اس کو پہنا کرو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس بچے کا آپ نے پاجامہ کرتہ بنوایا، جب وہ بڑا ہو گیا اور لباس اس کو چھوٹا ہو گیا تو آپ کے جو چھوٹے بچے اس کے بعد آ رہے ہیں، ان کو وہ سائز کا کپڑا صحیح آ جائے گا تو آپ بِلا اجازت ان کو دے سکتے ہیں کیونکہ مالک آپ ہیں۔ اور اگر نابالغ کو مالک بنا دیا تو اس لباس کو آپ کسی کو نہیں دے سکتے، جب وہ خود بڑا ہو جائے، بالغ ہو جائے تب کسی کو دے سکتا ہے، اتنے زمانہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔

اسی طرح قلم کاپی پنسل بھی اگر اپنے نابالغ بچوں کو دو تو مالک مت بناؤ، کبھی آپ کو ضرورت پیش آ گئی کہ بیٹا! ذرا قلم دینا تو آپ اس سے لکھ سکو گے، اور اگر نابالغ کو قلم کا مالک بنا دیا، پھر اس سے مانگ کر بھی نہیں لکھ سکتے، نابالغ کی اجازت شریعت میں معتبر نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیشہ اپنے بچوں کو آپ جب بھی کوئی چیز دو تو مالک مت بناؤ، یہ کہہ دو یا دل میں نیت کر لو، بلکہ ہمیشہ کے لئے نیت کر لو، ہر وقت کہاں یاد رہتا ہے کہ یا اللہ! میں اپنے بچوں کو جو کچھ دوں گا، وہ صرف اجازت واباحت ہے، مالکانہ طور پر میں ان کو نہیں دوں گا۔ ورنہ چھوٹا بچہ بڑا ہو گیا، اب اس کا پاجامہ تنگ پڑ گیا، دوسرا بچے جو پیچھے آ رہا ہے اور یہ آگے بڑھ رہا ہے، اب مسئلہ ہوگا، پریشانی ہوگی، اس لئے مالک مت بناؤ، اجازت واباحت کر لو۔

۷۔قربانی کے جانوروں کی کھال کو بعوض مزدوری قصائی وغیرہ کو دینا جائز نہیں ہے، جیسے قصائی نے کہا کھال ہم کو دینا، ہم آپ سے ذبح کرنے کا پیسہ نہیں لیں گے۔نہیں! گوشت کی کٹوائی بنوائی الگ دو، مزدوری دینے کے بعد چاہو تو اسے بھی دے سکتے ہو۔ چرمِ قربانی کا مسئلہ اس طرح ہے کہ خود اپنے استعمال میں لا سکتے ہو اور کسی دوسرے کو بھی مالک بنا کر دے سکتے ہو، لیکن جب کھال کسی ادارے میں دی جائے تو پھر یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ ادارہ اس کو شرعی مقاصد میں استعمال کرتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ کھال کی فروخت سے حاصل رقم صرف مستحقِ زکوٰۃ کو دی جاسکتی ہے۔

قربانی کی کھال غیر مستند اداروں کو دینا کیوں منع ہے؟

لہٰذا قربانی کی کھال اس ادارے میں دینا ضروری ہے جہاں کے مہتمم اور جس ادارے پر اس کے صحیح استعمال ہونے کا آپ کو اعتماد ہو، جہاں اعتماد نہ ہو وہاں دینا بھی جائز نہیں ہے، نہ کھال نہ زکوٰۃ۔ جو لوگ کسی فلاحی ادارے کو زکوٰۃ یا کھال دیتے ہیں جہاں اس کی رقم کا مسکینوں کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ اس رقم سے تنخواہیں دے دی جاتی ہیں، ہسپتال بنوا دیتے ہیں، ڈاکٹروں کے لئے اسکوٹر یا ایمبولینس خریدتے ہیں، ان کو دینا جائز نہیں ہے، قیامت کے دن پتا چلے گا۔

فلاحی کام والے ادارے کے اکثر لوگ مسائل سے واقف نہیں ہوتے، چاہے رفاہِ عام کے کتنے ہی کام کریں، آنکھوں کے ہسپتال بنوائیں یا کفن دفن کا انتظام کریں مگر قربانی کی کھال کا بالواسطہ مصرف صرف مسکین ہیں۔ یہ لوگ مسائل نہیں جانتے، جو وہاں کھال دے گا اس کا ادا بھی نہیں ہوگا، اس کے ذمہ واجب رہے گا۔اس لئے سب سے بہتر مصرف بزرگانِ دین نے لکھا ہے کہ دینی مدارس جہاں علمائے دین پیدا ہو رہے ہیں، ان مدارس میں قربانی کی کھالوں کو دو

تاکہ اس کا صحیح استعمال ہوسکے اور اللہ کی راہ میں آپ کے مال خرچ کرنے سے علمائے دین پیدا ہوں، جس سے وہ دین چمکے جس دین پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خونِ مبارک طائف کے بازار میں اور اُحد کے دامن میں بہا ہے۔ لیکن قربانی کی کھال کے لئے لڑائی جھگڑا کرنا، کسی کا بینر پھاڑ دینا یہ غنڈہ گردی ہے، مولویت نہیں ہے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ ہر مدرسہ میں مسکین مستحق طلباء ہوتے ہیں۔ فیصل آباد میں ایک مدرسہ میں لکھا تھا کہ اسی مدرسہ میں چندہ دیا جائے، ہمارے شیخ و مرشد مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ یہ مت لکھو، یہ لکھو کہ ہمارے مدرسہ میں بھی دے سکتے ہیں، کیا دوسرے مدارس دین کے نہیں ہیں؟ دل بڑا رکھو، اللہ دینے والا ہے۔

لہٰذا کسی فلاحی ادارے کو جن کے یہاں مساکین طلباء وغیرہ نہ ہوں مت دو کیونکہ قربانی کی کھال کی رقم کا حق مسکینوں کا ہے، جس کے سب سے بہترین مستحق مدارس کے طلباء ہیں، یا کوئی شخص کھال کو بیچ کر غریب مسکین کو رضائی تقسیم کرتا ہے، ٹھیک ہے لیکن تنخواہ نہیں دے سکتا، تعمیر نہیں کرسکتا، مسجد نہیں بنواسکتا، یہاں تک کہ بیت الخلاء وغیرہ کچھ بھی نہیں بنواسکتا۔ البتہ خود جو مالک ہے وہ اس سے جائے نماز بنا سکتا ہے لیکن مسکینوں کو دے دو تو اچھا ہے، اپنی جائے نماز پیسے سے خرید لو۔ یہ میرا مشورہ ہے اگرچہ وہ بھی جائز ہے لیکن مساکین کے کتنے مدرسے آج انہی کھالوں سے چل رہے ہیں۔ پیسہ تو امیر لوگ اب دینا بند کررہے ہیں مگر کھالوں پر بھی نظرِ عنایت نہیں کریں گے تو مدرسوں کا کیا حال ہوگا، لیکن اس میں بھی عزتِ نفس اور عظمتِ دین کا خیال رکھو۔ میرے یہاں بورڈ لگا ہے کہ ہمارا کوئی طالب علم کسی کے دروازے نہیں جائے گا، اس لئے کہ اس سے طلباء کی بے اکرامی ہوتی ہے، پھر امیر لوگ بھی اپنے بچے کو حافظ بنانے سے ڈرتے ہیں کہ میرا بچہ بھی کسی کی کھال کھینچے گا۔

ایک شخص نے مولانا مظہر میاں، میرے بیٹے کو ٹیلی فون کیا کہ میرے گھر پر گائے کی کھال رکھی ہے، کوئی آدمی بھیج دو۔ مولانا مظہر میاں نے بتایا کہ میں نے ان سے کہا آپ آدمی کیوں مانگ رہے ہیں؟ کیا آپ آدمی نہیں ہیں؟ بس وہ ہنسا اور گاڑی میں ڈال کر خود دے گیا۔ تو قربانی کی کھال مدرسوں میں خود پہنچانے کی کوشش کریں، جو خود پہنچائے گا اس کا اجر زیادہ ہے۔ خاص طور پر میں مہتمم حضرات اور علمائے کرام سے کہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے داڑھی والوں کو کھال لانے کے لئے نہ بھیجو، ایک بڑے مولانا صاحب تو کالج اسکول کے لڑکوں کو بھیجتے تھے، اور کہتے تھے جو پتلون پہنے ہو اسی میں جاؤ، تاکہ ذلت اگر ہو تو پتلون کی ہو، مولویوں کی نہ ہو۔

۸۔ اگر تین دن گزر گئے اور کسی نے قربانی نہیں کی تو پھر اتنی رقم جتنے میں متوسط بکری یا بکرا ملتا ہے خیرات کرنا واجب ہے، گناہ تو ہوگا مگر واجب کی تلافی ہو جائے گی۔ لہٰذا تین دن اگر گزر جائیں اور کسی وجہ سے قربانی نہیں کر سکا تو ایسے جانور کی قیمت کے برابر نقد روپے خیرات کر دے، اور اگر جانور لیا تھا مگر قربانی نہیں کی اور تین دن گزر گئے تو وہی جانور خیرات کر دے جو خریدا تھا۔

۹۔ کسی غائب آدمی کی طرف سے واجب قربانی بغیر اس کے وکیل بنائے ہوئے جائز نہیں ہے۔ جیسے کسی کا لڑکا امریکہ میں ہے اور اس نے امریکہ فون کر کے اس سے وکالت حاصل نہیں کی یا اجازتِ دائمی نہیں لی مثلاً ایک دفعہ کہہ دے کہ بیٹا! تم امریکہ میں قربانی نہیں کرنا، میں ہمیشہ تمہاری طرف سے کرتا رہوں گا، یہ اجازت دائمی ہوگئی، لیکن اگر اس نے وکالت نہیں حاصل کی، نہ عارضی نہ دائمی، تو اس کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔ اور اگر گائے کے سات حصوں میں کسی نے ایسا حصہ لیا کہ اپنے بیٹا یا بیوی سے وکیل بنے ہوئے بغیر حصہ لے لیا اور اس کا لڑکا امریکہ یا بیوی کہیں دبئی یا لندن میں ہے تو یاد رکھو ساتوں حصے

ادا نہیں ہوں گے، سب کی قربانی ضائع ہوگئی۔ اس لئے جو لوگ اس کا انتظام کرتے ہیں وہ حصہ لینے والے سے پوچھ لیں کہ اگر آپ اپنے بیٹے کی طرف سے یا بیوی کی طرف سے واجب قربانی کر رہے ہیں تو ان سے وکالت لی ہے یا نہیں؟ ہاں، نفلی قربانی آپ کسی کی طرف سے بھی بغیر پوچھے کر سکتے ہیں۔ ایک بیٹی نے اپنی ماں کی طرف سے اس کی وکالت کے بغیر حج کر لیا تو حجِ بدل ادا نہیں ہوا، پیسہ بھی گیا، محنت بھی گئی اور حجِ بدل بھی ادا نہیں ہوا۔ اس سے اجازت لینا چاہیے تھی۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے، آپ نے ایک لاکھ روپیہ اپنے بیٹے کی طرف سے ادا کر دیا مگر بیٹے سے وکالت نہیں لی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ ان معاملات میں جو کام کرو اپنے بیٹا بیٹی سے، بیوی سے اس کی اجازت و وکالت حاصل کرو کہ میں تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے رہا ہوں، وہ کہہ دے کہ ٹھیک ہے، آپ میری طرف سے ادا کر دیا کریں، اب بے شک ادا ہو جائے گا۔

۱۰۔ قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اہم ہے۔ قربانی کا گوشت آپ کے جمعدار، جھاڑو دینے والے جو عیسائی ہیں، ان کو بھی آپ دے سکتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دے سکتے، صدقۂ فطر نہیں دے سکتے۔ کسی کافر کو زکوٰۃ یا فطرہ دینا جائز نہیں ہے، جو چیزیں واجب التملیک ہیں، جن میں مسکین کو مالک بنانا واجب ہوتا ہے، ان چیزوں کو ہم کسی کافر کو نہیں دے سکتے۔ زکوٰۃ اگر آپ نے کافر کو دے دی تو ادا نہیں ہوگی لیکن قربانی کا گوشت جمعدار عیسائیوں کو یا جو بھی غیر مسلمان ہوں ان کو بھی دے سکتے ہیں، بہشتی زیور دیکھ لو۔ سب مسئلہ جو بتا رہا ہوں میرے پاس حوالہ موجود ہے، آپ سب کے پاس بھی بہشتی زیور ہوگا، اس میں دیکھ سکتے ہیں۔ بہشتی زیور تو سب کے یہاں ہے مگر لوگ زیور پہنتے نہیں ہیں یعنی اسے پڑھتے نہیں، بہشتی زیور آج طاق پر رکھی ہوئی ہے۔

یہ میں نے قربانی کے صرف وہ مسائل بتائے ہیں جو معر کے کے ہیں،

ویسے اور بھی بہت مسائل ہیں، سب کتابوں میں مل جائے گا لیکن جو مال ذرا مشکل سے ملتا ہے، وہ میں نے آپ کو آسانی سے دے دیا۔ اب وقت میرا پورا ہو گیا۔ نہیں نہیں، یوں نہیں کہنا چاہیے بلکہ میرا آج کی تقریر کا وقت پورا ہو گیا، سمجھ گئے یا نہیں؟ ایسے نہ کہو کہ میرا وقت پورا ہو گیا ہے، یہ کہو کہ میرے آج کے وعظ کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ تو آپ قربانی کا مضمون سمجھ گئے کہ جانور تو بہت سے لوگ ذبح کریں گے، اپنے نفس کو ذبح کرنا سیکھو لیکن نفس کو ذبح کرنے کے معنی سمجھ لینا، نہیں تو جا کر اپنے کو چاقو مار لو یعنی نفس کی بُری خواہش پر عمل نہ کرو، نفس کی قربانی کے یہ معنی ہے۔ لیکن جانور کی بھی قربانی کرو ورنہ سوچو کہ آج اچھا نسخہ ملا کہ پانچ ہزار روپیہ بچ گیا، دنبہ بکرا بھی نہیں خریدنا پڑا۔

ایک گمراہ عقیدہ کہ قربانی نہ کرو، نقد رقم غریبوں کو دے دو

آج کل بعض گمراہ لوگ، بیوقوف اور بین الاقوامی الّو یہ کہتے ہیں کہ قربانی کے اتنے جانور ذبح کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ وہی پیسہ غریبوں کو دے دینا چاہیے۔ نعوذ باللہ! ان کے اس قول کے مطابق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ سمجھ نہیں تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بقرعید کے موقع پر لاکھوں قربانیاں کیں مگر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے گندم کا ذخیرہ نہیں کیا جو بھوک سے بے ہوش ہو جاتے تھے:

((لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ فِیْمَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ فَیَجِیْءُ الْجَائِیْ فَیَضَعُ رِجْلَہٗ عَلٰی عُنُقِیْ وَیَرٰی اَنِّیْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ مَّا بِیْ اِلَّا الْجُوْعُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ؛ ج ۲ ص ۱۰۸۹)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ رحم نہیں آیا کہ آج منیٰ کے میدان میں ایک لاکھ جانور ذبح ہو رہے ہیں، لاؤ اس میں تھوڑے سے ذبح کر کے پیٹ بھر لیں اور باقی

جانور ذبح نہ کئے جائیں بلکہ ان کو بیچ کر ان پیسوں سے گندم خرید کر غریبوں میں تقسیم کردی جائے، ابوہریرہ جن کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں، ان پر رحم کرلو۔

اہلِ باطل کی گمراہی کی اصل وجہ اہل اللہ سے دوری ہے

ارے ظالمو! خدا کے حکم کی بھی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ یہ نالائق وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ والوں کی جوتیاں نہیں اٹھائیں، چند لٹریچر پڑھ کر اپنے کو قابل اور لیڈر سمجھتے ہیں، اور کیا سمجھتے ہیں؟ اپنے کو مفکرِ اسلام سمجھتے ہیں، میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ مفکر نہیں ہیں بلکہ یہ ''منہ پھکڑ'' ہیں۔ بغیر اللہ کی یاد کے عقل میں سلامتی آ ہی نہیں سکتی، جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے ان کا علم مفکرِ اسلام کے قابل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۹۱)

(وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی) اس کے بعد ہے وَ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ذکر کے بعد جن کو تفکر حاصل ہوتا ہے، جو ذکر کے بعد مفکر ہوتے ہیں، وہ اصلی مفکر ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے ذکر سے روشنی پیدا ہوتی ہے، اس روشنی میں ان کا علم جس مقامِ تحقیق پر پہنچتا ہے، ایسے لوگ اصلی مفکر ہیں۔ اگر ذکر سے فکر کا درجہ اعلیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ''یتفکرون'' پہلے نازل کرتا لیکن اللہ نے پہلے ''یذکرون اللہ'' نازل کیا کہ انہی لوگوں کی فکر پر اعتماد کرو جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اہل اللہ کو مفکرِ اسلام سمجھو۔

ایامِ قربانی میں سب سے افضل عمل جانور کا خون بہانا ہے

لہٰذا ایسے گمراہوں کی بکواس پر کبھی اعتماد نہیں کرنا جو یہ کہتے ہیں کہ ایامِ عید میں جانور کا خون بہانا کوئی فرض واجب نہیں ہے، جتنی رقم کی قربانی

کرنی ہے تو قربانی کی بجائے اتنا پیسہ غریبوں کو دے دو، ایسا شخص فرمانِ نبوت کا مخالف ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو فرما رہے ہیں:

((مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب فی الاضحیۃ؛ ص۱۲۸)

(ترجمہ: ابن آدم کا کوئی عمل قربانی کے دن خدا کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کا وہ ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کُھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون قبل اس کے کہ زمین پر گرے اللہ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم دل کی خوشی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں بھی تو غریب لوگ تھے، آپ نے تو یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان! یہی پیسہ تم غریبوں کو دے دو۔ یاد رکھو! ان دنوں میں قربانی کا خون بہانا واجب ہے، ہاں اتنا کرو کہ گوشت کو بروقت تقسیم کر دو، اس کی فکر رکھو کہ گوشت سڑ کر ضائع نہ ہو، مدارس میں بھیج دو، اپنے ڈیپ فریزر میں رکھ لو، اگر تمہارے یہاں ضرورت نہیں ہے تو غریب علاقوں میں پیکنگ کر کے بھیج دو لیکن یہ مسئلہ ذہن نشین کر لو کہ خون بہانا واجب ہے، جو جانور ذبح نہیں کرے گا اور ان گمراہوں کی باتوں میں آ کر پیسہ غریبوں کو دے دے گا تو قیامت کے دن ایسے شخص کو عذاب ہوگا، اس کی پٹائی ہوگی، کُٹائی ہوگی، ٹھکائی ہوگی۔ بندگی اسی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اس کو بجا لایا جائے جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربانی کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور خود عمل بھی کر کے دکھایا ہے۔

فربہ جانور کی قربانی سے تگڑے نفس کی مثال

تو جانور کی قربانی بھی واجب ہے مگر اس سے سبق لے کر نفس کی حرام

خواہشات کی قربانی بھی کرو، اور جتنا زیادہ تگڑا نفس ہو، جتنے قوی تقاضے گناہ کے ہوں، سمجھ لو کہ اس کا جانور موٹا ہے۔ موٹے جانور کی قربانی پر ثواب زیادہ ہے، اس لئے جانور کو دبلا مت کرو۔ کوئی وظیفہ ایسا مت مانگو کہ جس سے نفس دبلا ہو جائے، ہاں سوار کو اپنی غذا صحیح رکھنی چاہیے کہ وہ کمزور نہ ہونے پائے ورنہ سواری شوخی دکھا کر سوار کو پٹخ دے گی۔ سوار کو وٹامن اور غذا وغیرہ اپنی تگڑی رکھنی چاہیے، تب گھوڑا بھگا سکے گا، اور اگر گھوڑے کو کمزور کر دو گے تو وہ کیا چلے گا؟ نفس کو اپنے اوپر مت چڑھاؤ، گھوڑا جو ہے وہ سواری ہے، وہ سوار بیوقوف، احمق اور گدھا ہے جو گھوڑے کو اپنے اوپر سوار کر لیتا ہے۔ لہٰذا نفس ہماری سواری ہے، اسی سے روزہ، اسی سے نماز، اسی سے نیک کام کرواؤ۔

خونِ تمنائے حرام کو آسان کرنے کا نسخہ صحبتِ اہل اللہ ہے

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے اوپر غالب رکھنے کے اسباب حاصل کرو، خانقاہوں میں جاؤ، کبھی اللہ موقع دے تو چالیس دن شیخ کے ساتھ رہو بلکہ شیخ اگر سفر میں جائے تو اس کے ساتھ سفر کر لو، دیکھو کیسی حیات ملتی ہے۔ اہل اللہ کے ساتھ اور ان کے غلاموں کے ساتھ بنیتِ حصولِ تقویٰ رہو، یہ اس آیت سے ثابت ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ سے رہو اور تقویٰ کہاں سے پاؤ گے؟ اہل اللہ کے ساتھ۔ تو معلوم ہوا کہ شیخ کے ساتھ رہو تو نیت پاپڑ، سموسہ، بریانی، پلاؤ اور شامی کباب وغیرہ کی نہ ہو، حصولِ تقویٰ کی نیت ہو کہ شیخ اگر ارہر کی دال کھلائے گا تو دال کھائیں گے، فاقہ کرائے گا تو فاقہ کریں گے۔ الحمدللہ! اختر نے فاقہ کیا ہوا ہے، دس برس تک میں نے اپنے شیخ کے پاس ناشتہ نہیں کیا، اللہ قبول فرمائے کیونکہ ہمارے حضرت بھی ناشتہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت بوڑھے تھے اور اختر

جوان تھا، میں نے قیاس مع الفارق کیا، مجھے ناشتہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ میں جوان تھا لیکن اس وقت ایک جوش تھا کہ جیسے شیخ رہے ویسے ہی میں رہوں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا۔ یہ علامتِ خلوص ہے، جیسے شیخ رہے ویسے رہو، اپنے نفس کو تابع بنادو۔

نفس کی قربانی ہر شخص پر پورا سال فرض ہے

اب آخری نصیحت کرتا ہوں جو قربانی کی روح ہے، مگر روح بغیر جسم کے نہیں رہتی، روح جو ہے جسم کی محتاج ہے، جب شریعت کے احکام اور اسٹرکچر نہیں ہوگا تو ہم فنکشنگ کیسے کریں گے؟ شریعت کے احکام سے پہلے اسٹرکچر تیار کرو، واجب قربانی ادا کرو اور اس کے بعد یہ بھی آج نیت کرلو کہ ہم اپنی بُری خواہشات کی قربانی سال بھر کرتے رہیں گے۔ جانور کی قربانی تو سال میں آج واجب ہے مگر تقویٰ ساری زندگی فرض ہے، رات کو فرض ہے، دن کو فرض ہے، مسکین پر فرض ہے، بادشاہ پر فرض ہے، رعایا پر فرض ہے، عالم پر فرض ہے، غیر عالم پر فرض ہے، تقویٰ کبھی معاف نہیں ہوتا۔ ہر بندہ جس کو اللہ نے پیدا کیا اس پر ایمان و تقویٰ فرض کردیا تاکہ میرا کوئی بندہ، میرا کوئی غلام جب دنیا سے مرکر آئے تو ایک بھی ایسا نہ ہو جو ولی اللہ نہ ہو، اللہ کی دوستی کا تاج سر پر رکھ کر دنیا سے جائے، اور اس تاجِ دوستی کے دو ہی اجزاء ہیں، ایمان، وہ الحمدللہ ہم سب کو حاصل ہے، صرف ایک بات کی کوشش کرنی ہے کہ زندگی میں ہمارا ہر عمل تقویٰ کے مطابق ہو، اس پر لقویٰ نہ گرنے پائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے نفس کی بُری خواہشات کی قربانی کریں اور شدید سے شدید تقاضوں کو مٹا کر بڑے سے بڑے غم کو اُٹھانا اللہ تعالیٰ ہم سب پر آسان اور لذیذ فرمادے، اور اپنی راہ کو آسان فرمادے۔

اے دونوں جہان کے مالک! ہم سب کو دونوں جہان عطا فرما دے، دنیا میں ہر وقت خوشی دکھا، ہر غم سے بچا، ہم سب کو جسمانی اور روحانی صحت عطا فرما، جسمانی کیا مطلب کہ گردے میں پتھری نہ پڑے، بلڈ کینسر نہ ہو، فالج نہ ہو، لقوہ نہ ہو، اور شوگر کی بیماری سے شفا دے اور اپنی محبتِ کاملہ عطا فرما اور ایسا ایمان و یقین اللہ تعالیٰ اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے احباب کو، ان کی اولاد کو، گھر والوں کو سب کو عطا فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ہم بالطف حیات آپ سے پا جائیں، اور ایک سانس بھی آپ کو ناراض کر کے یا اللہ! مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا سے پناہ چاہتے ہیں کہ نافرمانی سے ہماری زندگی تلخ ہو جائے۔ اے اللہ! اختر کو، اس کے گھر والوں کو، سب احبابِ حاضرین اور احبابِ غائبین کو، سارے عالم کے مسلمانوں کو فلاحِ دارین نصیب فرما۔ سلامتیٔ اعضاء اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ جینا نصیب فرما اور سلامتیٔ اعضاء اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھا، اور اے خدا! بے مانگے سب کچھ عطا فرما۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے پاکستان کو اور سارے عالم کے مسلمان ملکوں کو، تمام مسلمانوں کو، اختر سمیت سب کو عافیتِ دارین نصیب فرما، کافروں کو ایمان عطا فرما، اگر ایمان ان کے مقدر میں نہ ہو تو ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرما، اور ہماری تمام جائز حاجتیں یا اللہ! پوری فرما دے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَا
اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

حصہ دوم متعلق عید الفطر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۲۳)

ایامِ غم کو ایامِ عید بنانے کا نسخہ

آج عید کا دن ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی کی ہر سانس، ہر دن، ہر وقت عید رہے تو اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھئے، بس آپ کی ہمیشہ عید ہے۔ سالانہ عید تو ہے ہی لیکن میں کہتا ہوں کہ ساری زندگی آپ کی عید ہوجائے گی، یہاں تک کہ غم کے دن بھی اس کے لئے عید بن جائیں گے۔ مثال کے طور پر گناہ سے بچنے کا غم آیا، دل اس گناہ کی طرف مائل ہوگیا لیکن آپ وہاں سے بھاگ گئے، کسی نمکین اور حسین شکل سے آپ نے بھاگ کر غم اٹھایا، تو یہ غم بھی عید ہے کیونکہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔ گناہ سے بچنے کا جو غم اللہ کے لئے کوئی اٹھاتا ہے، وہ اللہ کے راستے کا غم ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْہِ ۚ﴾

(سورۃ یوسف: آیۃ ۳۳)

اے اللہ! جس گناہ کی طرف مجھے مصر کے بادشاہ کی بیوی بلا رہی ہے، اور قید خانہ کی دھمکی بھی دے رہی ہے، مجھے آپ کے راستہ کا قید خانہ محبوب ہے۔ جب اللہ کے عاشقوں کو ان کی راہ کا قید خانہ محبوب ہوتا ہے تو اللہ کے راستے کا غم بھی مومن کو محبوب ہوتا ہے۔ آہ! میرا ایک شعر یاد آیا ؎

مرے ایامِ غم بھی عید رہے	ان سے کچھ فاصلے مفید رہے

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں گناہوں سے اپنے کو بچانے میں، حسینوں سے دل کو اور نظر کو بچانے میں جو غم آیا، یہ غم بھی عید ہے۔ ساری دنیا کی خوشی ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دو اور اللہ کے راستے کے غم کا ایک ذرّہ دوسرے پلڑے میں رکھ دو، تو اللہ کے راستے کا غم زیادہ قیمتی اور زیادہ بھاری ہوگا۔ اس غم پر سارے عالم کی خوشیاں اگر فدا ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم منزل، عظیم راستے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ شعر دیکھئے کتنا عجیب شعر ہے! مولانا تقی عثمانی صاحب، چیف جسٹس شریعت کورٹ نے مجھ سے ملتان میں کہا کہ تمہارا یہ شعر نہایت حسین شعر ہے، یعنی ان کے الفاظِ داد اور الفاظِ تحسین تو دیکھو، فرمایا کہ بہت ہی حسین شعر ہے ؎

مرے ایامِ غم بھی عید رہے	ان سے کچھ فاصلے مفید رہے

اگر حسینوں سے فاصلہ نہیں رکھو گے تو ایکسیڈنٹ ہو جائے گا، جیسے گاڑی کے پیچھے لکھا رہتا ہے کہ فاصلہ رکھئے۔ لہٰذا اپنے دل کو ان فنا ہونے والی لاشوں سے بچاؤ، میرا ایک اور شعر یاد آیا ؎

ان حسینوں سے دل بچانے میں	میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

جو حسن سے نہیں بچے گا اور غم نہیں اٹھائے گا، خالی روزہ نماز کرے گا تو یاد رکھو کہ وہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ ولی اللہ وہ ہے جو اللہ کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو امپورٹ نہیں کرتا، درآمد نہیں کرتا۔ اللہ کو ناراض نہ کرنا یہ غذائے اولیاء ہے۔

اللہ تعالیٰ غلاموں کے سر پر تاجِ ولایت رکھنا چاہتے ہیں

دنیا میں سب سے بڑی نعمت جس سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ کی دوستی، اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں اسی لئے بھیجا ہے کہ میرے بندے آخرت سے، عالمِ ارواح سے غلام بن کر جائیں اور ہمارے پاس ولی بن کر آئیں، کیونکہ وہاں صرف روح تھی، ہمارے جسم نہیں تھے، اعضاء نہیں تھے،

ہمارا سر نہیں تھا کہ سجدہ کرتے، پیٹ نہیں تھا کہ روزہ رکھتے، پاؤں نہیں تھا کہ طواف کرتے، ہاتھ نہیں تھا کہ اہل اللہ کا مصافحہ کرتے، زبان نہیں تھی کہ تلاوت کرتے، اللہ کا ذکر کرتے، آنکھیں نہیں تھیں کہ اللہ والوں کو دیکھتے، تو سارے اعضاء دے کر ہمیں دنیا میں بھیجا کہ یہاں سے غلام بن کے جاؤ۔ جو بھی دنیا میں آیا ہے وہ غلام بن کر آیا ہے۔

اب یہاں دنیا میں تین قسم کے لوگ ہو گئے، نمبر ایک: کچھ کافر ہوئے جو کفر پر مرے، یہ تو گئے گزرے لوگ ہیں، نمبر دو: کچھ ایمان لائے مگر گناہوں کو نہ چھوڑا، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس مومن تو واپس ہوئے مگر مومن فاسق واپس ہوئے، نافرمان واپس ہوئے، اور نمبر تین: کچھ بندوں نے ہمت کی، جانبازی اور مردانہ ہمت سے کام لے کر اپنے نفس کو پٹخ دیا، نفس و شیطان کی غلامی سے نکل کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری کر کے یہ لوگ ولی اللہ بن کر گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غلام بن کر آئے اور ولی اللہ بن کر واپس اپنے وطن گئے۔ بتاؤ کس کی کمائی بَڑھیا ہے؟ جو اللہ کے دوست بن کر گئے۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد گناہوں سے بچنا ہے

اب سنئے کہ اللہ کی دوستی کی بنیاد خود اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو فرما دیا کہ گناہ کے کام نہ کرو اور میرے دوست بن جاؤ، تقویٰ اور ولی اللہ بننا اتنا آسان ہے کہ دنیا میں اس سے آسان کوئی کام نہیں۔ مدینہ شریف میں یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ مجھے عطا فرمایا کہ اے اختر! اُمت کے سامنے غذائے اولیاء پیش کر کہ گناہ چھوڑ دو، تقویٰ کا غم، گناہ چھوڑنے کا غم اٹھالو، یہ اولیاء اللہ کی غذا ہے، بلکہ یہ غذائے اولیاء بھی ہے اور غذائے اولیاء ساز بھی ہے کہ اسی سے ولی بنتے ہیں، اور غذائے بقائے ولایت بھی ہے کہ اسی سے ولایت باقی رہتی ہے، اور غذائے

ارتقائے ولایت بھی ہے کہ اسی سے ولایت کے درجے بلند ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۳۴)

میرے ولی صرف وہی ہیں جو تقویٰ سے رہتے ہیں۔

تقویٰ کا حصول اہلِ تقویٰ کی صحبت پر منحصر ہے

یہ بات سمجھ لینے کے بعد اب سنئے کہ تقویٰ موقوف ہے اہلِ تقویٰ کی صحبت پر۔ علم آدمی بننے کا راستہ بتاتا ہے مگر آدمی آدمی بناتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دوسرے عام کو خاص کرتا ہے، زندگی میں یہ جملہ پہلی مرتبہ استعمال کررہا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہوتا ہے وہی عام کو خاص بنا سکتا ہے، اور جو خود عام ہوگا وہ دوسرے عام کو کیسے خاص بنائے گا؟ یہ عیدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختر کو ابھی ملی۔ مجھے یہ باتیں خود بخود عطا ہوتی ہیں، میرا علم دماغ سے نہیں آتا، دل میں آتا ہے، اور جو علم دماغ کے بغیر دل میں آئے اسی کا نام الہام ہے۔ کوئی پوچھے کہ الہام کیا چیز ہے؟ تو اس کو بتادو کہ جو دماغی سوچ سے نہ آئے بلکہ براہ راست قلب میں آئے، اسی کا نام الہام ہے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو آسمان والی پلاتا ہے اور کافر زمین والی پیتا ہے، جسے پی کر اسے پیشاب لگتا ہے اور اللہ والے جو آسمانی مے پیتے ہیں اس کو پی کر ان کے دل اور سینے میں انوار کے دریا بہتے ہیں۔ کتنا فرق ہے منزّل من السماء میں اور مخرَج من الارض میں! زمین سے جو پیدا ہوتی ہے وہ کافروں کو راس آتی ہے اور اللہ والے آسمان والی پیتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ فعلِ مضارع سے نازل کرنے کی حکمت

تو ابھی رمضان کا مہینہ جو گزرا، یہ روزہ بھی اللہ نے تقویٰ ہی کے لئے ہمارے اوپر فرض کیا تھا۔ روزے کی فرضیت کا مقصد لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی ہو جاؤ مضارع سے نازل فرمایا یعنی فی الحال بھی متقی ہو جاؤ اور مستقبل میں بھی متقی ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ عید کا چاند دیکھ کر پھر وہی گناہ کرنا شروع کر دو۔ جو اہلِ علم حضرات، علماء حضرات ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ماضی ہے یا مضارع ہے؟ مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں یا نہیں؟ حال اور استقبال، تو کیا مطلب ہوا کہ روزہ ہم نے اس لئے فرض کیا کہ تم پورے مہینے متقی رہو اور پھر اس کی برکت سے، اس تربیت، مشق اور تمرین کے صدقہ میں سارا سال متقی رہو۔

تو اللہ کی رحمت سے اور آپ لوگوں کی برکت سے یہ علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ رمضان کا مقصد یہ ہے کہ تم رمضان میں بھی متقی رہو اور رمضان کے بعد بھی، مستقبل میں بھی متقی رہو۔ یہ نہیں کہ جیسے ہی چاند نظر آیا تو سینما میں لائن لگا لی، سارے گناہ جو چھوڑ دیئے تھے پھر شروع کر دیئے، اس شخص نے رمضان کا مقصد فوت کر دیا۔ اس لئے آج سے ارادہ کر لو کہ جتنا ہم روزے کے زمانے میں متقی تھے، رمضان میں متقی تھے، ساری زندگی ایسے ہی متقی رہیں گے، اور اس کے بعد اگلے سال اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان عطا فرمائے، پھر روزہ اور تراویح عطا فرمائے تو پھر سبق تازہ ہو جائے گا۔ یہ مادّۂ تقویٰ اور صلاحیتِ تقویٰ اور نورِ تقویٰ پھر ہمیں اللہ اگلے رمضان میں عطا فرمائے۔ آمین

رمضان ختم ہونے پر غم منانا بدعت ہے

اب ایک بات یہ عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگ جب رمضان ختم ہوتا ہے تو آخری جمعہ کو ''الوداع یا رمضان'' پکارتے ہیں، کہتے ہیں صاحب! برکت چلی گئی،

بڑا نور چلا گیا، رمضان کا کیا کہنا تھا، ہم کو رمضان ختم ہونے کا بہت افسوس ہے، گویا بہت غم مناتے ہیں۔ شریعت اور اللہ ورسول تو ہمیں خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں اور یہ غم منا رہے ہیں۔ یہ غم منانا بالکل بدعت ہے، کسی تابعی سے ثابت نہیں، کسی صحابی سے ثابت نہیں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شریعت کے بانی ہیں ان سے ثابت نہیں۔ یہ محض لوگوں نے اپنا بنایا ہوا ہے، بالکل بناوٹی ہے۔ دوستو! عید الفطر کے معنی یہی ہیں خوشی مناؤ، شریعت کا مقصد ہی یہ ہے کہ رمضان ختم ہونے پر خوشی منائی جائے، سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دیکھو! عید کے موقع پر خوشی مناؤ:

((اِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ هٰذِهِ الْاَيَّامَ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب صلوۃ العیدین؛ ص۱۲۶، ۲۳۲)

ارے یہ کھانے پینے کے دن ہیں، خوشی کے دن ہیں، عید کے معنی ہی خوشی کے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو خوشی کا دن فرمائیں تو پھر غم کیوں مناتے ہو؟

عید الفطر حقیقت میں روزے کی قید ختم ہونے کا شکریہ ہے

تو آج کی یہ دو رکعات جو ابھی ہم آپ پڑھیں گے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، یہ شریعت میں واجب ہے، اس کا نام عید الفطر یعنی خوشی کا شکرانہ ہے۔ فطر معنی منہ کھلنا، آج منہ کھل گیا، جو حلال چاہو کھاؤ پیو، خوشی مناؤ، ورنہ کیا رمضان میں دن میں کھا پی سکتے تھے؟ گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجازت دے دی کہ آج سے تم دن میں بھی کھا سکتے ہو، اس اجازت نامہ کے شکریہ میں یہ دو رکعات عید الفطر پڑھیں گے۔ اور جو غم مناتا ہے کہ ہائے رمضان چلا گیا، اگر جبرئیل علیہ السلام آ کر اس کے کان میں کہہ دیں کہ مت روؤ، ایک مہینہ روزے کا مزید

فرض کردیا گیا، شوال میں بھی روزے رکھو تو کہے گا کہ اے اللہ! میری نالائقی کو معاف فرما دیجئے، اب بالکل غم نہیں مناؤں گا بلکہ خوشی مناؤں گا، اب کبھی نہیں روؤں گا۔ پھر سب آنسو پونچھ لے گا کہ نہیں نہیں، ہم نہیں رو رہے ہیں، روزے کا ایک ہی مہینہ کافی ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ ہم سے خوشی چاہیں تو خوشی منانی چاہیے کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ رمضان خیریت سے گزر گئے، ہماری تراویح اور روزہ قبول فرمالیجیے۔ جب اللہ تعالیٰ ہم سے خوشی چاہیں تو وہ ظالم ہے جو غم منائے۔

شکر کی حقیقت مالک کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کرنا ہے

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کا رمضان جتنا اچھا، تقویٰ کے ساتھ گذرے گا، اس کا گیارہ مہینہ اتنا ہی اچھا ہوگا، لہٰذا آج سے ارادہ کرلو کہ جس مقصد کے لئے اللہ نے روزہ فرض کیا تھا، اب گیارہ مہینہ اپنے پالنے والے کو ناراض نہیں کریں گے، جس بات سے اللہ خوش ہوگا وہی عمل کریں گے، جس بات سے اللہ ناراض ہوگا ہم اپنے دل کا خون کریں گے مگر مالک کے حکم کو نہیں توڑیں گے۔ اپنا دل توڑ دیں گے کہ ہم غلام ہمارا دل بھی غلام، لیکن اپنے پالنے والے کے قانون کو توڑ کر حرام لذت کو استیراد اور امپورٹ اور درآمد نہیں کریں گے۔ آج یہی عہد کرلیں تو عیدالفطر کا صحیح شکریہ ادا ہوجائے گا، اب اس پر قرآنِ پاک سے دلیل پیش کرتا ہوں:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۲۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے صحابہ! ہم نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی اور تم بہت کمزور تھے، پس تم تقویٰ سے رہا کرو اور ہم کو ناراض مت کرو تا کہ تم حقیقی شکر گزار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتا وہ حقیقتاً شکر گذار

بندہ نہیں ہے۔ لہٰذا عید الفطر کا صحیح شکر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے اپنا دل خوش نہیں کریں، جس بات سے ہمارا مولیٰ خوش ہو، اسی بات سے ہم خوش رہیں۔ آج عید کی خوشی میں سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ جس کو کسی گناہ کی عادت ہو، اس گناہ کو چھوڑ دو، ارادہ کرلو کہ اب اللہ کو ناراض نہیں کرنا ہے۔ یہ سب سے بڑی عید ہے، اس سے بڑی کوئی خوشی نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرلے، جو اپنے پالنے والے کو خوش کرلے اور اپنے نفس دشمن کو خوش نہ کرے۔

ٹوٹے ہوئے دلوں پر فضلِ باری تعالیٰ شانہ

دوستو! اللہ تعالیٰ کا قانون زیادہ محترم ہے یا ہمارا دل قابلِ احترام ہے؟ لہٰذا دل ٹوٹتا ہے تو ٹوٹنے دو، جب دل ٹوٹ جاتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ، اللہ تعالیٰ اسی ٹوٹے ہوئے دل کو اپنا گھر بناتے ہیں، ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ میاں پیار کرتے ہیں۔ دل توڑ کر تو دیکھو، لیلاؤں سے نظر بچاؤ، فوراً مولیٰ ملے گا، جنت تو ادھار ہے مگر حلاوتِ ایمانی کی راہ سے مولیٰ فوراً ملتا ہے ۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لئے ہوئے

خالقِ جنت اسی وقت مل جاتا ہے جب انسان اپنی نظر کو کسی کی بہو بیٹی اور دنیاوی لیلاؤں سے بچاتا ہے۔ بس اپنی بیوی پر قناعت کرو، حلال پر راضی رہو، حرام کے قریب بھی نہیں جاؤ، حلال کی چٹنی روٹی حرام کی بریانی اور کباب سے بہتر ہے۔

فرسٹ فلور کے دھوکہ سے گراؤنڈ فلور کی پستیاں

جس کا فرسٹ فلور اس کو گراؤنڈ فلور میں لے جائے تو اس کا فرسٹ فلور دیکھنا حرام ہے۔ یہ کیسا فقہ بتارہا ہوں بھئی! کنز الدقائق سے بھی یہ عبارت

نہیں نکال سکو گے۔ فرسٹ فلور سے کیا مراد ہے؟ یعنی حسینوں کے گال، ان کی آنکھیں، ان کا مسکرانا، ان کے سر کے بال یعنی ناف سے اوپر کا حصہ فرسٹ فلور کہلاتا ہے۔ اب ایک قاعدہ کلیہ سن لو کہ کسی نوجوان کا اگرچہ وہ ریشِ مبارک رکھتا ہو لیکن جس کا ریش تم کو ریچھ بنا دے اور تم کو اس کے فرسٹ فلور سے اس کے گراؤنڈ فلور میں گھسنے کا شوقِ حرام پیدا کردے، اس سے فرار لازم ہے۔ ایک دن تم خود بھاگو گے لیکن اس دن تم طبیعت سے بھاگو گے اور طبیعت سے بھاگنا یہ تو کافر، یہودی، ہندو، عیسائی، نصرانی کو بھی حاصل ہے۔ کوئی کافر بھی بڈھے معشوق یا معشوقہ کو پیار نہیں کرتا تو پھر تم کیسے ولی اللہ ہو سکتے ہو جبکہ تمہارا عمل کافروں کے ساتھ مشترک ہو رہا ہے۔ مومنِ کامل اور اللہ والا وہ ہے کہ جس وقت سارے ہندو، یہودی، نصرانی جس کے حسن پر مر رہے ہوں مگر مومن، اللہ والا اس پر نہ مرے تاکہ کافروں سے اس کی ایک امتیازی زندگی معلوم ہو۔ اللہ کے دشمنوں سے آپ ممتاز اور امتیازی حیات حاصل کر کے کافروں کو دکھا دیں کہ دیکھو اے کافرو! تم ان حسین لڑکوں یا لڑکیوں پر مرتے ہو لیکن ہم اپنے اللہ کے خوف سے اللہ پر فدا ہوتے ہیں، ہماری یہ اللہ پر فدا کاری یہی ہماری دلیلِ یاری ہے۔ اگر ہمیں اپنی جان پیاری ہوتی تو ہم بھی ان لاشوں کو دیکھتے مگر ہمیں اپنی جان سے زیادہ ہمارا اللہ پیارا ہے۔

آج عید کی خاص تقریر کر رہا ہوں بلکہ آپ لوگوں کو یہ عیدی دے رہا ہوں، اب اور عیدی مجھ سے مت مانگنا۔ یہ عیدی اتنی بڑی ہے کہ ہم سب اللہ کے ولی ہو جائیں، اگر اس کام کو کر لیں کہ جس کے فرسٹ فلور کو دیکھ کر اس کے گراؤنڈ فلور کی طرف خیال آنے لگے، وسوسہ آنے لگے یا تمنا پیدا ہو جائے اگرچہ ایک اعشاریہ ہی ہو، ہلکا سا خیال آجائے کہ لَوْ کَانَ ھٰذَا لِیْ یا لَوْ کَانَتْ ھٰذِہٖ لِیْ (کاش یہ حسین مجھے مل جاتا، کاش یہ حسینہ مجھے مل جاتی) تو اے کانو!

غور سے سن لو، یہ کَانَ اور کَائِنٌ سے بھاگو، اُس کا فرسٹ فلور ہی مت دیکھو جس کے گراؤنڈ فلور سے تم کو ذلت اور خواری ملے۔ گراؤنڈ فلور میں کیا پاؤ گے؟ گراؤنڈ فلور میں تو سب گٹر ہوتے ہیں، ساری منزلوں کی گٹر لائینیں وہاں ہوتی ہیں۔ جتنی بڑی اونچی عمارت ہوگی، اس کا سب پاخانہ کچرا گراؤنڈ فلور میں آتا ہے، مین ہول (گٹر) وہیں ہوتا ہے، اس لئے کہتا ہوں کہ اس فرسٹ فلور کو مت دیکھو جس کی وجہ سے آپ کو مین ہول کا ڈھکن کھولنا پڑے۔

میر پر اس بت کا جب ڈھکن کھلا
ناک پر انگلی رکھی فوراً بھگا

دیکھئے! کیسا شعر ہے! یعنی معشوق نے ہوا کھول دی تو اس نے ناک پر انگلی رکھی اور فوراً وہاں سے بھاگا۔

بس میری تقریر کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ سے جان چھڑالو اور اللہ سے چپٹ جاؤ۔ عقل سے سوچو کہ کن سے چپٹنے میں ہماری دنیا اور ہماری آخرت کی بھلائی ہے؟ یہاں تو دنیا میں ہی ایسے نقصان پہنچتے ہیں کہ کیا کہوں! بحیثیت طبیب ہونے کے کہتا ہوں کہ کسی حسین یا حسینہ کو ایک مرتبہ دیکھنے سے دل کمزور ہوجاتا ہے، اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں، مثانے اور گردے کے غدود دلوز (ڈھیلے) ہوجاتے ہیں، جس سے بار بار پیشاب آنے لگتا ہے، پیشاب کا کنٹرول پاور کمزور ہوجاتا ہے، وضو بھی زیادہ قائم نہیں رہتا، آنکھوں کی روشنی بھی کمزور ہوجاتی ہے کیونکہ جو خالق آنکھ میں روشنی دے رہا ہے، وہ جب بدنظری سے ناراض ہوتا ہے تو اس کی آنکھ کی روشنی کمزور ہوجاتی ہے ورنہ کم از کم دل کی بینائی تو یقیناً سو فیصد کمزور ہوجاتی ہے، اور عبادت کی حلاوت چھن جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان ہے کہ کوئی شخص کسی عورت یا لونڈے کو دیکھ کر آئے، پھر عبادت یا تلاوت کرے، ہرگز اس کو مزہ نہیں آئے گا۔ جب نظر کی حفاظت پر

حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے تو نظر کی حفاظت نہ کرنے پر قضیہ عکس نہیں ہوگا؟ علماء سے پوچھتا ہوں کہ فلسفہ و منطق میں قضیہ کا عکس کرتے ہو کہ نہیں؟ تو مرنے والوں کے لئے کیوں اپنے تعلق مع اللہ کو Loosing کرتے ہو؟ اللہ سے اپنے تعلق اور دوستی کو کیوں خراب کرتے ہو؟ کیوں نقصان پہنچاتے ہو؟ کیوں اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے ہو؟ کیا کھوپڑیوں میں عقل نہیں ہے؟

مقناطیس سے حسنِ مجازی کی کشش کی مثال

اس لئے عید کی خوشی میں آج سب ارادہ کرو کہ کسی نمکین چہرے کو نہیں دیکھیں گے، نظر بچا کر اور قلب کا قبلہ صحیح کر کے دیکھو اللہ سے کیا انعام ملتا ہے۔ یہ قلب کا قبلہ ہر وقت نوے ڈگری اللہ کی طرف رکھو۔ جب کسی حسین سے اِدھر اُدھر ہو فوراً دانت پیس کر قلب و قوت کے ساتھ اللہ کی طرف کرو اور اگر پھر بھی قبلہ صحیح نہ ہو رہا ہو، اِدھر اُدھر مائل ہو رہا ہو تو اس میگنٹ سے اپنے مگانٹ کو لے کر بھاگ جاؤ۔ میگنٹ کی جمع مگانٹ جیسے مسجد کی جمع مساجد۔ میگنٹ پر ایک مثال بہت پیاری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایک میگنٹ ہے اور ایک اٹھنّی اس کے سامنے آئی تو جیسے میگنٹ حرکت کرے گا اٹھنّی بھی ناچے گی، چاہے اس میگنٹ سے کئی گنا اس کی مقدار ہو۔ لہٰذا اگر کسی کا بہت بڑا جبہ اور عمامہ ہو مگر احتیاط نہ کی تو جب کسی حسین کے میگنٹ کے سامنے ہوگا تو اس کا جبہ مع اس کے عمامہ کے ویسے ہی رقص کرے گا جیسے وہ حسین اور حسینہ رقص کرے گی۔ آبروئے تقویٰ کا یہ حال اور دل کی بربادی سے اللہ بچائے۔

اور اگر وہی اٹھنّی میگنٹ سے جلدی سے آگے بڑھ جائے اور اس کا ۹۰ ڈگری محاذات بدل جائے تو میگنٹ کے دائرہ کشش سے وہ اٹھنّی الگ ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے جسم کو حسینوں کے دائرہ کشش سے آگے لے جاؤ، یہ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کی

تفسیر ہے، شاید ہی کسی کتاب میں پاؤ گے۔ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ بھاگو اللہ کی طرف، کیا مطلب؟ غیر اللہ سے اللہ کی طرف بھاگو یعنی جن میں کشش ہے اپنے جسم کو لے کر ان کے محاذات اور ۹۰ ڈگری کا ٹارگٹ چھوڑ دو، ان شاء اللہ! سکون سے رہو گے، اور تم کو کوئی حسین نچا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سینما دیکھ کر، ناچ گانا دیکھ کر بڑے بڑے شریف زادے، سید زادے، بہت معزز اور وی آئی پی لوگ جب نکلتے ہیں تو مٹکتے ہوئے نکلتے ہیں، اور گانے والی جو جو حرکت کرتی ہے، اسی طریقہ سے لونڈے ہاتھ گھما کر، سر ہلا کر اور ویسے ہی گاتے ہیں، جبکہ خانقاہوں سے لوگ جب نکلتے ہیں، اللہ والوں کے پاس جا کر اللہ والوں کی نقل کرتے ہوئے نکلتے ہیں، آہ و فغاں کرتے ہوئے، اشک بار آنکھوں کے ساتھ، اللہ کی محبت کے نور کا دریا اپنے سینوں میں لئے ہوئے خانقاہوں سے نکلتے ہیں۔

جس دن عشقِ مجازی سے توبہ کرلو گے عشقِ حقیقی پا جاؤ گے

تو آج میں نے عیدی پیش کردی کہ آج خوشی کے دن میں جس کو جس گناہ کی عادت ہو اس سے توبہ کرلے۔ اور یہ اعتقاداً سمجھ لو کہ جس دن آپ نے نمکینوں کو چھوڑا، آہ! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا شعر پیش کردیتا ہوں ورنہ آپ لوگ کہیں گے کہ پتا نہیں ہم کو کس راستے پر لے جا رہے ہیں، مولانا فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستانست گلستانست گلستاں

دیکھو بگذری فرمایا جو گذشتن سے ہے، یعنی گزرنا، آگے بڑھ جانا۔ اے دوستو! اگر شکل پرستی چھوڑ دو، صورتوں کو دیکھنا چھوڑ دو، ان کے مقاماتِ بول و براز سے آگے بڑھ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا۔ ورنہ ساری زندگی تیتروں میں گھسے رہو گے، اب سنو میری بات! میں بغیر خوفِ بدنامی کے

کہتا ہوں کہ ساری زندگی پاخانہ اور پیشاب کے مقامات پر برباد ہوتے رہو گے، صحت بھی خراب ہوگی، لعنت بھی برسے گی، دنیا میں بھی ذلت ہوگی اور آخرت کی ذلت الگ ہوگی۔ اس لئے اگر اس منزلِ خبیث سے نکلنا چاہتے ہو تو اختر کی اس بات کا آج سے ارادہ کرلو کہ نظر کی حفاظت، قلب کی حفاظت، اور جسم کی حفاظت، تین فرار اختیار کریں گے۔ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کی عجیب وغریب تفسیر کر رہا ہوں کہ آنکھ کو بھگاؤ یعنی نظر نیچی کرلو، دل کو بھگاؤ، کیسے؟ قصداً اس کا خیال بھی نہ آنے دو، اور جسم کو بھی وہاں نہ رکھو، ورنہ آنکھ بند کئے ہوئے اگر حسینوں کے پاس رہے تو بھی بے وضو ہو جاؤ گے اور غسل واجب ہو جائے گا۔

حسینوں سے غصہ میں بات کرنے میں نفس کی آمیزش

نفس کی ایک چوری اور بتاتا ہوں کہ اگر جہاز کے سفر میں ایئر ہوسٹس کھانے پینے میں دیر کردے تو اس کو لال لال آنکھوں سے بھی مت دیکھو، ڈانٹو بھی نہیں کہ تم نے چائے میں اتنی دیر کردی، ہم تمہاری نوکری ختم کرادیں گے، تمہارے افسرِ اعلیٰ کو میں ابھی شکایت کرتا ہوں، وغیرہ۔ بظاہر غصہ میں ہے مگر غیر شعوری طور پر اس کا نفس مزہ لے رہا ہے۔ بعض لوگ سرخ سگنل سے گرین سگنل کا مزہ لیتے ہیں۔ آنکھیں تو لال ہیں مگر نفس اندر اندر مزہ لے رہا ہے، اس کی نوک پلک دیکھ رہا ہے۔ عوام سمجھتی ہے کہ واقعی! مولانا غصہ میں ہیں، کیسا ڈانٹ رہے ہیں، ذرا بھی اس کی حسین شکل سے متاثر نہیں ہوتے، اگر متاثر ہوتے تو ڈانٹنے کی ہمت نہ ہوتی، موم کی طرح خود پگھل جاتے۔ لیکن ان بیوقوفوں کو خبر نہیں کہ اس نفس کے غلام کی آنکھیں تو لال ہیں مگر سرخ سگنل میں گرین سگنل کا مزہ لے رہا ہے۔ خود اس بے چارے کو نفس کی اس مکاری کا پتا نہیں چلتا، کوئی اس کے تھرمامیٹر لگائے تب اس کو پتا چلے کہ ابھی نفس میں کتنا ٹمپریچر ہے، یہ ٹمپریچر

مرشد بتاتا ہے۔ یہ مثال شاید دنیا میں کسی اور سے نہ سنو۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ساری کائنات میں جاؤ اور بزرگوں کی باتیں سنو، مجھ سے بہتر بات بہت لوگ سنا دیں گے مگر یہ شاید نہیں سنو گے۔ اوروں کے پاس مجھ سے اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی باتیں سنو گے مگر نفس کی سازشیں اور نفس کی مکاریاں، نفس کی ٹچوئیاں، چارسوبیسیاں یہ اختر بتا رہا ہے۔

عید الفطر کے موقع کی تین سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اب آخر میں عید الفطر کے موقع کی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تین سنت سن لیجیے:
نمبر ایک: آپ جس راستے سے آئے ہیں اب جاتے وقت راستہ بدل دیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تاکہ دونوں راستوں پر جو قبرستان وغیرہ ہوں ان کو بھی کچھ ایصالِ ثواب کا فائدہ پہنچ جائے۔ مومن کنجوس نہیں ہوتا، کچھ نہ کچھ مُردوں کو بخش دے گا، دوسری وجہ یہ کہ یہودی عیسائی کافروں پر رعب جمے گا کہ اتنے زیادہ مسلمان ہیں، یہ حکمت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے۔
سنت نمبر ۲: آج معانقہ نہ کرنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ سنت نمبر ۳: جب آپ عید کے لئے آیا کریں تو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھتے ہوئے آئیں، عید میں آہستہ آواز سے اور بقر عید میں تھوڑا زور سے۔ اب میں آپ سب کو کہتا ہوں:
عِيْدٌ مُّبَارَكٌ عَلَيْكُمْ ۔ آپ سب کو عید مبارک۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

☆☆☆☆☆

(مواعظ اختر ۱۶ ''گمراہی کے اندھیرے اور سنت کا نور'' سے تین مسائل کا بیان)

☆☆☆☆☆

عید کا مصافحہ اور معانقہ

ایک مسئلہ یہ سمجھ لیجیے کہ عید کے دن مسجد کے اندر جہاں عید کی نماز ہوتی ہے تو نماز کے بعد ہی مصافحہ کرنا مکروہ ہے، بلکہ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی نماز کے بعد ہر قسم کا مصافحہ مکروہ ہے، مصافحہ کب ہوتا ہے؟

((اِنَّمَا هُوَ عِنْدَ لِقَاءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ لَا فِيْ اَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ))

(ردالمحتار علی الدر المختار: کتاب الحظر والاباحة، ج۶ص ۳۸۱)

جب مسلمان بھائی سے ملاقات ہو، لیکن اگر آپ پہلے ہی سے بیٹھے ہیں تو یہ مصافحہ بدعت ہے، یہ اہلِ بدعت نے ایجاد کیا ہے کہ سلام پھیرو اور ہاتھ ملاؤ، یہ مصافحہ غیر شرعی ہے اور اس کی دلیل دینا میرے ذمہ ہے، جس کو دلیل دیکھنا ہو میں عربی کی کتابوں میں آپ کو دکھلا سکتا ہوں۔ اس لئے اس کا خیال رکھو کہ عید کے دن بھی نماز پڑھنے کے بعد یا خطبہ کے بعد جو مصافحہ اور معانقہ ہمارے یہاں رائج ہے یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے اور ایسا کرنا شریعت کے اندر تحریف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے ملاقات والوں کے لئے مصافحہ اور معانقہ رکھا ہے۔ جب آپ مسجد سے نکل جائیں یا عید گاہ سے ایک طرف ہٹ جائیں یا گھر پر کوئی آئے تو وہاں اب دونوں جائز ہیں، مصافحہ بھی کر سکتے ہیں اور اظہارِ خوشی کے لئے معانقہ بھی کر سکتے ہیں، لہٰذا جب عید گاہ سے نکلو تو سر جھکا کر تیزی سے نکلو تا کہ کوئی دوست تمہیں پکڑ نہ لے، دھکا بازی نہ کر دے۔

عید کی نماز سے قبل نفل جائز نہیں

مسئلہ نمبر ۲: عید کے دن عید سے پہلے اور عید کے بعد کسی قسم کے نفل جائز

نہیں ہیں چاہے عید کی نماز عید گاہ میں پڑھے یا مسجد میں۔ البتہ جب اپنے گھر پہنچ جائے تو گھر میں نفل پڑھ سکتا ہے۔ لیکن عید گاہ کی حرمت اور عید گاہ کا تقدس اور عید کا حق شریعت نے یہ رکھا کہ عید سے پہلے نہ تحیۃ الوضو نہ تحیۃ المسجد، نہ صلوٰۃ حاجت نہ صلوٰۃ توبہ کسی قسم کی نفل نماز جائز نہیں رکھی اور نہ بعد میں عید گاہ میں جائز رکھی۔ اب اگر کسی کی فجر کی نماز قضا ہوگئی ہو تو فجر کی قضا نماز اپنے گھر میں پڑھ کر عید کی نماز کے لئے آنا چاہیے۔ اس لئے کہ نماز قضا کرنا ایک گناہ ہے اور اپنے گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے لہٰذا قضائے عمری ہو یا اس دن کی فجر کی قضا ہو، اس کو چھپ کر اپنے گھر میں پڑھ کر آنا چاہیے کیونکہ گناہ کو چھپانے اور اپنے اوپر گواہ نہ بنانے کا بھی حکم ہے۔

حجِ اکبر کی حقیقت

مسئلہ نمبر ۳۰: آج کل اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر حج والے دن جمعہ ہو تو وہ حج، حجِ اکبر ہوتا ہے، حدیث سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا میں سب سے بڑا فقیہ مانا جاتا ہے، ساری دنیا کے مفتی فتاویٰ شامی سے فتویٰ دیتے ہیں، وہ اپنی کتاب فتاویٰ شامی جلد ۲ ص ۲۷۶ میں لکھتے ہیں کہ حجِ اکبر کی دو تعریف ہیں۔ نمبر ۱: حجِ قران یعنی حج کے زمانے میں جس احرام سے عمرہ کرے، اسے نہ کھولے اور آٹھ تاریخ کو اسی احرام سے حج کرے، اس کا نام حجِ قران ہے اور اسی کو حجِ اکبر کہتے ہیں۔ حجِ اکبر کی دوسری تعریف یہ ہے کہ ہر حج حجِ اکبر ہے کیونکہ عمرہ حجِ اصغر ہے، عمرے کے مقابلہ میں حج، حجِ اکبر ہے۔ بڑے بڑے علماء سے پوچھ لو کہ اس کے علاوہ حجِ اکبر کی کوئی اور حقیقت نہیں ہے۔ تو یہ بات جو چل پڑی ہے کہ جمعہ کے دن جو حج ہوگا وہ حجِ اکبر ہے تو اس کی کچھ اصل نہیں ہے البتہ جمعہ کے دن حج ہونے سے دو فضیلتوں کا اجتماع ضرور ہو جاتا ہے، ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے، دو خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

نظم بعنوان ''معراجِ عشق''

رہوں روز و شب گرچہ باغِ ارم میں	وہ دونوں جہاں دیں عمومِ کرم میں
کروں عیش گو ہر طرح کی نعم میں	عطا ہفت اقلیم ہو ہر قدم میں
مرے دل میں تیرا اگر غم نہیں ہے	تو یہ ساری راحت کم از سم نہیں ہے
بہت خوش نما ہیں یہ بنگلے تمہارے	یہ گملوں کے جھرمٹ یہ رنگیں نظارے
ارے جی رہے ہو یہ کس کے سہارے	کہ مرنے سے ہوجائیں گے سب کنارے
اگر قربِ جانِ بہاراں نہیں ہے	یہ ننگِ خزاں ہے گلستاں نہیں ہے
تمہیں سے ہے جنت بھی جنت ہماری	نہ ہو تم تو جنت میں بھی ہوں میں ناری
محبت کی دل پر لگے ضرب کاری	مری کامیابی کی آجائے باری
مری جاں کا کوئی سہارا نہیں ہے	بجز تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے
یہ ہے عشق میں امتحاں کس بشر کا	بنائے ذبیحہ جو اپنے پسر کا
پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا	پسر سے ہے اعجاز تسلیم سر کا
ترے حکم پر کیا گوارا نہیں ہے	کوئی تجھ سے بڑھ کر پیارا نہیں ہے
ترے عشق کے غم کا ادنیٰ اثر ہے	کہ جاں سر بہ کف زیر تیغ و تبر ہے
بکوئے ملامت کوئی در بدر ہے	بشوقِ شہادت کوئی دار پر ہے
اگر آپ کا غم ہمارا نہیں ہے	مجھے ہر دو عالم گوارا نہیں ہے
ملائک ز خونِ شہیدانِ ملت	محبت کی ہمت سے ہیں محوِ حیرت
کہا تھا کہ مفسد بشر کی ہے فطرت	ولے شاد باش اے جنونِ محبت
ترے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہے	بشر سے یہ اعجازِ غم کم نہیں ہے
بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر	دلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر
مزہ ان کو آیا جو اس سنگِ در پر	تو پایا فقیری کو شاہی سے بہتر
وہ دل جس میں جلوہ تمہارا نہیں ہے	وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے
کبھی تو بآہ و فغاں رو رہا ہوں	کبھی دل ہی دل میں نہاں رو رہا ہوں
کبھی اِک خلش سی محض پا رہا ہوں	کبھی خون آنکھوں سے برسا رہا ہوں
ترے غم کا جو ہائے مارا نہیں ہے	کسی کا وہ ہو پر تمہارا نہیں ہے
جگہ ہے وہی ساری دنیا میں خوشتر	جہاں آپ کے در پہ ہوگا مرا سر
نہ ہرگز مرا سر ہو اور غیر کا در	یہی ہے شب و روز فریادِ اخترؔ
جو ہے آپ کا بس وہی ہے ہمارا	ہمارا نہیں جو نہیں ہے تمہارا

عیدالاضحیٰ کی قربانی سے خاندانی منصوبہ بندی کا رَد

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کرنے کی تین قسمیں بیان کی ہیں، نمبر ا: تم سب کو ایک جان سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے بغیر ماں باپ اور اسباب و وسائل کے پیدا کیا۔ اس پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کردی کہ اللہ اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہے، وہ چاہے تو بے جان مٹی سے جاندار کو پیدا کردے۔ یہ پیدائش کی پہلی قسم ہوگئی یعنی بے جان سے جاندار کا پیدا کرنا۔ پھر اس جاندار سے اس کا جوڑ پیدا کیا یعنی آدم علیہ السلام سے اللہ نے ان کی بی بی کو پیدا کردیا۔ یہ پیدائش کی دوسری قسم ہوگئی کہ اللہ چاہے تو بغیر مرد اور عورت کے اختلاط و تعلق کے زندہ سے زندہ کو پیدا کردے کیونکہ حضرت حوّا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ اور پیدائش کی تیسری قسم یہ کہ ان دونوں سے یعنی بابا آدم اور مائی حوّا سے تم سب کو پیدا کیا، اور قیامت تک یہ سلسلہ پیدائش کا جاری رہے گا، دو سے چار ہوئے اور چار سے آٹھ یہاں تک کہ آج ساری دنیا میں انسان ہی انسان نظر آتے ہیں اور اللہ سب کو رزق دے رہا ہے۔ فیملی پلاننگ اور منصوبہ بندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اللہ روح ڈال سکتا ہے وہ روٹی بھی دے سکتا ہے، روٹی سے زیادہ روح قیمتی ہے۔ لاکھوں روٹیاں موجود ہوں، ڈاکٹر بھی موجود ہوں مگر روح نکل جانے کے بعد کوئی روح نہیں دے سکتا جبکہ روٹیوں کا انتظام ہوسکتا ہے، خواہ مخواہ یہ کافر حماقت سے روٹیوں کی فکر میں رہتے ہیں۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ بکرا بکری اور بیل گائے کی ہر سال قربانی ہوتی ہے اور یہ جانور ہر سال مل جاتے ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی، اور کتے کتیا اور سور وغیرہ کی قربانی نہیں ہوتی اور ان کی پیدائش بھی خوب ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتے، ان میں برکت نہیں ہے۔ قربانی میں اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے برکت ہوتی ہے۔ ایک ہندو نے کہا کہ مسلمان بہت سخت دل ہیں کہ جانور پر چھری پھیر دیتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تم لوگ جو جھٹکا کرتے ہو یعنی بغیر اللہ کا نام لئے جانور کو کاٹتے ہو، اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے لیکن جب بسم اللہ پڑھ کر جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کے نام سے وہ مست ہوجاتا ہے، ''انڈر کلوروفارم'' ہوجاتا ہے اور عشقِ الٰہی میں مست ہو کر جان دیتا ہے۔ ان کا نام ایسا پیارا نام ہے۔ (از مواعظ حسنہ نمبر ۷: خوشگوار ازدواجی زندگی)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ